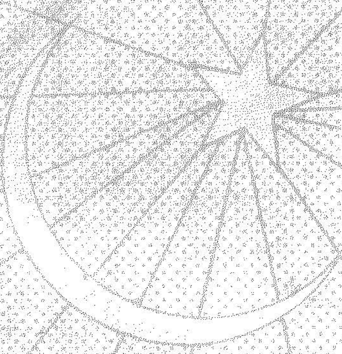


ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ
۱۳ دسمبر ۱۹۶۸ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کُنَّا نُصَلِّیْ عَلٰی عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقِیْلَ: اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّاھَا؟ قَالَ: کَانَ یَرَانَا نُصَلِّیْھِمَا فَلَمْ یَاْمُرْنَا وَلَمْ یَنْھَنَا، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج غروب ہونے کے بعد مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو پڑھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ ہم کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے۔ سو نہ ہم کو اس چیز کا حکم کرتے اور نہ اس سے منع کرتے۔ (مسلم)

وَعَنْہُ قَالَ: کُنَّا بِالْمَدِیْنَۃِ فَاِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِیَ فَرَکَعُوْا رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی اِنَّ الرَّجُلَ الْغَرِیْبَ لَیَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَیَحْسَبُ اَنَّ الصَّلٰوۃَ قَدْ صُلِّیَتْ مِنْ کَثْرَۃِ مَنْ یُّصَلِّیْھِمَا، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے پس جس وقت مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو سبقت کرتے (صحابہ کرام) مسجد کے ستونوں کی طرف اور دو رکعت پڑھتے۔ یہاں تک کہ مسافر آدمی مسجد میں آتا اور وہ گمان کرتا کہ نماز ہو چکی ہے ان دو رکعت پڑھنے والوں کی کثرت سے (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے)

ف: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر مغرب کی نماز سے پہلے نوافل پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کی نماز کے۔ ملا علی قاری نے کہا۔ یہ نماز پڑھنا نادر ہے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں عجلت فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ سو یا تو یہ نماز بعض احوال میں پڑھی۔ یا پہلے یہ نماز تھی۔ پھر بعد میں اس کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ اس کا ثبوت موجود ہے۔

فِیْہِ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ السَّابِقُ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: امام نووی فرماتے ہیں کہ اس باب کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھیں۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا اَرْبَعًا"، رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ اس کے بعد چار رکعت اور پڑھ لیا کرے۔ (مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد کوئی نماز (مسجد میں) نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ وہاں سے تشریف لے آتے اور گھر میں آ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔ (مسلم)

ف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جمعہ سے پہلے چار رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اور احادیث سے سنیت "اربعۃ قبل الجمعۃ و بعد الجمعۃ" با حسن وجوہ ثابت ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں جمعہ کے بعد چھ رکعت کی تعداد آئی ہے۔ اس لئے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلُّوْا اَیُّھَا النَّاسُ فِیْ بُیُوْتِکُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃِ صَلٰوۃُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو، اس لئے کہ آدمی کی بہترین نماز وہ ہے جو گھر میں ہو، سوائے فرض نماز کے۔ (بخاری و مسلم)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھا کرو۔ اور ان کو قبریں نہ بناؤ۔ یعنی قبروں کی طرح اپنے گھروں کو نماز سے خالی نہ رکھو۔ (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھا کریں۔ نیز اپنا پتہ مکمل اور صاف لکھا کریں۔ (مینیجر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
٦٧٥٤٥

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ١٤ | ٢٢ رمضان المبارک ١٣٨٨ھ مطابق ١٣ دسمبر ١٩٦٨ء | شمارہ ٣٢

جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کا پروگرام

آج کل ملک میں افراتفری کا عالم ہے۔ ہر طرف مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ایک دن طلباء کا جلوس نکلتا ہے تو دوسرے دن وکلاء علم سنبھال لیتے ہیں۔ تیسرے دن پیپلز پارٹی اور نیشنل عوامی پارٹی میدان مارنے کی کوشش کرتی ہیں تو چوتھے دن تحریک جمہوریت پاکستان کے رہنما اور ارکان مظاہروں کی قیادت کر کے بازی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، پھر ان سب کی جدوجہد کو ائر مارشل اصغر خان اور سابق چیف جسٹس مشرقی پاکستان جناب محبوب مرشد نے اپنی نیک شہرت کی بناء پر تازہ خون فراہم کر دیا ہے اور عوام میں ان کی مقبولیت نے اپوزیشن کو سنبھالا دے دیا ہے۔ نتیجتاً ملک کے ہر گوشے میں ہنگامہ آرائی اور مظاہرے اپنے شباب پر ہیں اور بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ملک کے عوام موجودہ حکومت کو آئندہ انتخابات میں تبدیل کرنے پر کمربستہ اور متحد ہو چکے ہیں مگر جب اس تمام تگ و دو کے اندر جھانک کر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اپوزیشن کی تمام جماعتوں میں بنیادی نظریات تک کا اتحاد ناپید ہے تو اس ساری جدوجہد کی حیثیت سراب سے زیادہ دکھائی نہیں دیتی۔ پی۔ ڈی۔ ایم جمہوریت کی علمبردار ہے اور اسی کو ملک کی نجات کا ملجا و ماویٰ تصور کرتی ہے، پیپلز پارٹی اور نیپ کی طرف سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی رٹ سنائی دے رہی ہے۔ طلبا یونیورسٹی آرڈیننس کا رونا رو رہے ہیں اور وکلاء شہری آزادی اور جمہوریت کی بحالی کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ لیکن علماء کی کیفیت اس دوران میں یہ رہی ہے کہ وہ کبھی کسی ٹکڑی میں شامل ہو جاتے، اور کبھی کسی کا ساتھ دیتے، چنانچہ صورتِ حال کی نزاکت کو دیکھ کر علماء کرام کی سب سے بڑی جماعت جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے ناظمِ عمومی مولانا مفتی محمود نے علماء کرام کی رہنمائی اور جمعیۃ کی پالیسی کی کے لئے ایک بیان دیا کہ علماء کرام صرف اسی جماعت کا ساتھ دیں گے جو اپنے منشور اور لائحہ عمل میں اسلامی نظام کے نفاذ کو اوّلین حیثیت دے اور اسلام صرف اسلام کے لئے کام کرنے کی دعویدار ہو کیونکہ انسانیت کے تمام دکھوں اور ہر قسم کی موجودہ معاشرتی برائیوں کا علاج فقط اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ اسلام آ جانے کے بعد کسی ازم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جمہوریت اسلامی نظام کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی ہے اور سوشلزم اسلامی نظام کا ناشتہ بھی نہیں ہے۔

ظاہر ہے مفتی صاحب کا یہ بیان ایک مردِ مومن کے دل کی آواز ہے اور اسی لئے ہم نے گزشتہ شمارے میں اسے اپنے اداری کالم کی زینت بنایا تھا۔ اور اب علماء کرام کو اسی کی روشنی میں منزل کی طرف اپنے قدم آگے بڑھانے کا ہم مشورہ دیتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ اس افراتفری کے دور میں جبکہ ہر جماعت اپنی اپنی تختی اٹھائے ہوئے ہے علماء کرام کا یہی نعرہ اور نصب العین ہونا چاہئے کہ ہم اس ملک میں جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہے صرف اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں۔۔ ہمیں خوشی ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان نے اپنے اس مطالبہ کو عملی شکل دینے کے لئے مظاہروں کا ایک پروگرام مرتب کیا ہے جس کے تحت جمعیۃ کی تمام شاخیں جمعۃ الوداع کے دن ملک بھر میں جلوس نکالیں گی اور اس مطالبہ کو عام کرنے کے لئے عملی تحریک کا منظم طور پر آغاز کریں گی۔

چنانچہ اسی سلسلے میں امیر جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے ۷ دسمبر ۱۹۶۸ء کو شیرانوالہ گیٹ میں لاہور شہر کی جمعیت کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا جو آں موصوف ہی کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیۃ علماء اسلام لاہور شہر جمعۃ الوداع کو شیرانوالہ گیٹ سے عظیم الشان جلوس نکالے گی۔

اس اجلاس کی کارروائی جو ناظم دفتر عماد الدین عباسی صاحب نے ہمیں ارسال کی ہے ذیل میں من و عن درج کی جاتی ہے تاکہ جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کی شاخیں اس کی روشنی میں اپنی اپنی جگہ پروگرام مرتب کر سکیں:۔

جمعیۃ علماءِ اسلام پاکستان کے ملک گیر مظاہرے

جمعۃ الوداع کے دن پورے صوبے میں مظاہروں کا پروگرام

۷ دسمبر آج جمعیۃ علماء اسلام لاہور شہر کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب امیر جمعیۃ

نماز جمعۃ الوداع

حسب سابق اس سال بھی نماز جمعۃ الوداع جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کشمیری اور مستی دروازہ کے درمیانی باغ میں پڑھائیں گے۔ لاؤڈ سپیکر اور مستورات کے لئے پردہ کا انتظام ہوگا۔

نوٹ: اگر بارش ہو گئی تو نماز جمعہ مسجد شیرانوالہ دروازہ میں ادا کی جائے گی۔ (ناظم)

مجلسِ ذکر

دنیا کی بے ثباتی

از: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم — مرتبہ: محمد عثمان غنی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد:-
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

بزرگانِ محترم، معززحاضرین و معظم خواتین!

حضرتؒ کا ارشادِ گرامی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا یہ باغ ہے اور اس سے آپ اور ہم خوشہ چینی کر رہے ہیں، اس میں پھول اور پھل لگ رہے ہیں اور ہم آپ اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ حضرتؒ سب سے پہلے فرمایا کرتے تھے میں اس بات پر شکر ادا کیا کرتا ہوں کہ اللہ نے انسان بنایا، دولتِ ایمان سے مالا مال فرمایا۔ حق یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دولتِ ایمان سے نہ نوازتے کروڑ پتی، لکھ پتی، ارب پتی کیا، آج کی ساری مملکت کا، چین، روس، امریکہ جیسی الگ الگ مملکتوں کا بلکہ ان سب کے برابر کسی ایک ہی مملکت کا حکمران بنا دیتے۔ میں کہتا ہوں، وہ میرے لئے گھاٹے کا سودا ہوتا وہ انسان کے لئے ہلاکت کا موجب تھا۔ اللہ تعالیٰ ادنیٰ مسلمان بنائیں، نیک بنائیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرما دیں، برزخ اور قبر کی زندگی کے بعد عذابِ آخرت سے بچا لیں تو اس سے بڑا کوئی فائز المرام اور کامیاب نہیں۔ اور اگر اتنی بڑی مملکت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ جہنم کا ایندھن بناتے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا کرتے ہیں، میں کہتا ہوں اس سے زیادہ بدقسمتی اور گھاٹے کا کوئی اور سودا ہی نہیں۔

موت کا کسی کو علم نہیں کب آئے گی

اس اعتبار سے آپ وقتی نفع کو اور وقتی تکلیف کو تکلیف ہی نہ سمجھیں، یہ دنیا آنی جانی فانی ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط (پ ۲۰ س القصص رکوع ۹ - آیت ۸۸) اک اللہ کی ذات ہی ازلی ابدی ہے۔ جو آیا اس نے جانا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط (پ ۴ س آل عمران ع ۱۹ - آیت ۱۸۵) میں کیا، آپ کیا، یہ زمین و آسمان کیا، یہ چاند کیا، یہ ستارے کیا، سب سے زیادہ کوئی مقبول ترین مخلوق اللہ کی تھی، جس کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی دیتے ابدی حیات اور زندگی دینا چاہتے تو وہ انبیاء کرام سے بہتر کوئی طبقہ نہ تھا۔ لیکن جب اللہ نے ان کو بھی دنیا سے، ہم سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اور وہ دنیا سے تشریف لے گئے تو پھر یہ جہان واقعی رہنے کی جگہ نہیں ہے

جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

پھر یہ وقت جو کسی کے ساٹھ سال ہیں، کسی کے ستر، کسی کے پچاس، کسی کے چالیس، رات دن ہم دیکھ رہے ہیں ہارٹ فیل ہو رہے ہیں۔ رات دن دیکھ رہے ہیں، گھر سے نکلے ہیں بچارے اور دفتر بھی نہیں پہنچنے پائے کہ قصہ تمام، دفتر سے نکلتے ہیں گھر کو جا رہے ہیں، راستے ہی میں قصہ ختم۔ ہوائی جہاز پہ لندن جا رہے ہیں اور لندن کیا ابھی مصر بھی نہ پہنچنے پائے تھے، جہاز اتر بھی نہ پایا تھا کہ سب کا کام تمام ہو گیا۔ کب موت آئے گی؟ کسی کو کوئی پتہ نہیں۔ اسی لئے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اپنی ہر نماز کو آخری جان کے پڑھے، کوئی پتہ نہیں دوسری نماز آتی ہے یا نہیں، دوسری جمعرات آتی ہے یا نہیں، دوسرا رمضان آتا ہے یا نہیں۔ اگلی مجلس ذکر میں آپ کو تشریف لانا نصیب ہوتا ہے یا نہیں (اللہ تعالیٰ ساری زندگی آنے کی توفیق دیں۔ سو سو برس کی عمریں عطا فرمائیں۔ لیکن ہمیں پتہ نہیں کہ کب وقت آ جانا ہے)۔

شیطان کے حملوں سے ہر وقت بچو

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جب ہمیں پتہ نہیں ہے تو پھر حقوق اللہ اور حقوق العباد ہر وقت صاف رکھنے چاہئیں یہ اللہ والوں کی دعوت ہے، اللہ والوں کا پیغام ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موت سے پہلے موت کے لئے تیار رہو جیسے افواجِ پاکستان کو ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا ہے کہ پتہ نہیں کس وقت اور کس طرح سے اور کہاں سے عیار، بے ایمان، دھوکہ باز اور فریب کار دشمن حملہ کر دے۔ اسی طرح سے آپ کا سب سے بڑا عیار اور بے ایمان دشمن شیطان ہے۔ کوئی پتہ نہیں کس وقت مجھے اور آپ کو پٹخنی دے دے، کس وقت ہمارے اور آپ کے ایمان کا ہی خاتمہ کر ڈالے، ساری نمازیں، روزے غت ربود ہو جائیں۔ اس لئے ہمیں خدا پہ بھروسہ اور اعتماد بھی رکھنا چاہئے۔ اور اپنے دشمن سے ہر وقت ہوشیار اور چوکنا بھی رہنا چاہئے۔

نفسِ امارہ سب سے بڑا دشمن ہے

اور اس کے ساتھ ساتھ ہم سب کا بڑا دشمن اندر بیٹھا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ (پ ۱۳ س یوسف رکوع ۷، آیت ۵۳) جس کو قرآن نے فرمایا۔ یہ آپ کا بدترین دشمن ہے، یہ آپ کو غلط راستے پہ چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور انبیائے کرام، اولیائے عظام، علمائے ربانی کا پیغام یہی ہے اور ان کی دعا یہی ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ ۵) اے اللہ! ہمیں وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ (الفاتحہ ۶) جس پر تیرے منعم علیہ لوگ قائم رہے، وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ ہے۔

خطبہ جمعہ

انجمن خدام الاسلام آر اے بازار لاہور چھاؤنی کے زیر اہتمام مورخہ ۱۸ دسمبر کو آر اے بازار اسکول گراؤنڈ میں صاحبزادہ مولانا محمد عبداللطیف صدیقی خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے۔



۱۵ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۶۸ء

رمضان اور قرآن میں چولی دامن کا ساتھ ہے

اور

رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں دست قدرت مغفرت و رحمت کے خم پہ خم لنڈھاتا اور فیضان کرم و احسان کی بارش کر دیتا ہے

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم :-
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط
(پ ۲ - س البقرہ)

ترجمہ : رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ لوگوں کے واسطے ہدایت اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور (حق کو باطل سے) جدا کرنے والا ہے۔ سو تم میں جو کوئی اس مہینہ کو پائے۔ تو اس کے روزے رکھے۔

"رمضان المبارک کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔ قرآن شریف کا وصف اور شان یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے اور راہ پانے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے واضح اور روشن دلائل کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو اور اس کو پائے تو وہ ضرور اس مہینے میں روزے رکھے۔

اس مہینے میں قرآن نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نزول کی ابتدا لیلۃ القدر میں ہوئی ہو اور لیلۃ القدر چونکہ رمضان میں ہوتی ہے اس لئے رمضان اور لیلۃ القدر دونوں میں نازل ہونا ثابت ہوتا ہے اور سورۂ دخان میں جو لیلۃ مبارکۃ میں نازل کرنا فرمایا ہے تو اس لیل مبارک سے بھی شب قدر ہی مراد ہے۔ اسی طرح سب صورتیں جمع ہو جاتی ہیں اور کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ واثلہ بن اسقع کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحائف رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے ہیں۔ اور زبور ۱۸ر رمضان المبارک کو نازل ہوئی ہے اور قرآن شریف ۲۴ر رمضان المبارک کو نازل ہوا ہے ـــ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ اور ابن مردویہ نے یہ نقل کیا ہے کہ زبور بارہ تاریخ کو رمضان کی اور توریت چھ رمضان کو اور انجیل اٹھارہ رمضان کو نازل کی گئی ہے ـــ حضرت جابر اور واثلہ بن اسقع کی روایت میں تھوڑا سا فرق ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر لیلۃ القدر میں پورا قرآن نازل کیا گیا تھا اور وہاں سے وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ـــ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ آسمانِ دنیا پر بیت المعمور میں قرآن شریف رکھ دیا گیا تھا اور لوح محفوظ سے بیت المعمور میں اتارا جانا رمضان میں ہوا پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ تیئیس سال میں پورا ہوا۔ حضرت مجاہد اور ضحاک اور حسن بن فضل نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شہر رمضان وہ ہے جس کے روزوں کی فرضیت کے بارے میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے کہا کرتے ہیں یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت مذکورہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس تقریر پہ کسی توجیح کی ضرورت نہیں۔ جو صورتیں ہم نے عرض کی ہیں۔ ان سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جو عام طور پہ اس موقعہ پہ کیا جا سکتا ہے کہ جب قرآن شریف تیئیس سال تک متواتر نازل ہوتا رہا۔ تو رمضان میں اس کے نزول کا ذکر کیوں کیا؟ قرآن کے نزول کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کی شان بیان فرمائی تاکہ قرآن کی عظمت سے رمضان کی عظمت اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔" (حاشیہ کشف الرحمٰن)

بزرگانِ محترم! اس آیت مبارکہ میں رمضان کے اندر روزے مقرر کرنے کی خصوصیت اور وجہ بیان کی گئی ہے، اور وہ ہے اس ماہ مقدس میں نزولِ قرآن ـــ پھر قرآن عزیز کی عظمت بیان کرکے کہ اس کی ایسی یہ صفات ہیں رمضان کی عظمت کا تصوّر دل و دماغ میں قائم کیا گیا ہے۔ اور پھر روزے رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے روزے ماہ رمضان المبارک میں رکھا کرو۔ یہ تمہارے لئے ایک نہایت مبارک مہینہ ہے کیونکہ وہ قرآن جس میں لوگوں کی رہنمائی کے قوانین، سیدھے سادے احکام اور حق و باطل میں تمیز کرنے والے اصول واضح کئے گئے ہیں اسی مہینے میں نازل کیا گیا تھا ـــ پس اس مہینے میں روزے رکھو تمہیں برکت حاصل ہو گی ـــ دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں چونکہ اللہ کا کلام نازل ہوا تو حق تعالٰے شانہٗ نے اس کی یاد قائم رکھنے کے لئے اس میں روزے فرض کر دئے۔ کلام اللہ نوعِ انسانی کے لئے مکمل ضابطۂ حیات اور کامل ترین ہدایت نامہ ہے۔ تو رمضان کے روزے زندگی کو پاکیزہ بنانے کا ذریعہ ہیں۔ غرض اس طرح رمضان اور قرآن میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور اسی سے رمضان کی شان کا اندازہ ہوتا ہے ـــ

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو رمضان پائیں اور روزے مکمل رکھ لیں اور اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنا کر متقین کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔

روزہ کے فوائد

روزوں کے بے شمار فائدے ہیں۔ صحت و تندرستی پر ان سے بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ پیٹ بھر کر کھانے والوں اور فاقہ کاٹنے والوں میں برابری پیدا ہوتی ہے۔ اور اس طرح درسِ مساوات تازہ ہوتا ہے۔ امیر لوگ غریب لوگوں کی عملی حالت سے عملی طور پر باخبر ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں شفقت و رحم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ باہمی میل محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ روحانی قوتوں میں ترقی ہوتی ہے۔ حیوانی خواہشوں پر پابندی ہونے کے باعث ملکیت کا جذبہ ابھرتا ہے۔ خدا ترسی کی صفت انسان کے اندر مضبوط ہو جاتی ہے اور خدا کے ہمہ وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ پوری طرح راسخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً گرمی کا موسم ہے، سخت پیاس لگ رہی ہے، مکان میں ٹھنڈا پانی رکھا ہے، روزہ دار کو دیکھنے والا کوئی نہیں، لیکن وہ پانی نہیں پیتا —— کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ جانتا ہے اور اس کا ایمان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے —— اسی تصور سے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کے حکم کی عزت روزہ دار کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور کوئی دوسری طاقت اس پر غالب نہیں آ سکتی۔

صاف ظاہر ہے کہ جب رمضان میں روزہ کے ذریعے روزہ دار نے اپنے آپ کو خدا کے حکم سے جائز حلال اور پاکیزہ خواہشات کو بھی چھوڑنے کا عادی بنا لیا تو حرام، ناجائز اور بری عادتوں کے چھوڑنے میں اُسے کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔ اور یہی وہ اخلاقی پاکیزگی اور تقویٰ ہے۔ جس کا پیدا کرنا روزے اور ہر عبادت کا حقیقی مقصد ہوتا ہے۔

روزہ اور قرآن کی مناسبت

روزہ اور قرآن کریم کو جس طرح رمضان المبارک کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ اسی طرح آپس میں بھی ان دونوں عبادتوں کا گہرا تعلق ہے اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ بہت مناسبت ہے —— چنانچہ روزہ اور تلاوتِ قرآن کئی خاصیتوں میں مشترک ہیں —— ان میں سے ایک یہ ہے:۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ روزہ اور قرآن کریم دونوں قیامت کے دن شفاعت کریں گے —— روزہ کہے گا اے رب! میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے پینے سے باز رکھا تھا۔ میری شفاعت اس کے حق میں قبول کیجئے —— اور قرآن کریم کہے گا، میں نے اس کو رات کو جگایا تھا اس لئے میری شفاعت قبول فرمایئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاوے گی۔

دوسری خاصیت جو ان دونوں عبادات میں جزوِ مشترک ہے وہ یہ ہے کہ دونوں عبادات کی ادائیگی سے حق تعالےٰ سبحانہٗ کا قرب خاص حاصل ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تلاوت میں وجہ قرب ہو اور روزہ میں اور —— مگر نفس قرب خاص دونوں میں موجود ہے —— مزید برآں قرآن پاک کے پڑھنے میں بھی "تلاوتِ کلام اللہ" کے باعث تشبہ بالحق کی خاصیت پائی جاتی ہے اور روزہ میں شانِ بے نیازی کی جھلک نظر آتی ہے اس لئے دونوں عملوں میں تشبہ بالحق ہوا —— علاوہ ازیں چوتھی مناسبت قرآن اور روزہ میں یہ ہے کہ کلام اللہ کی تلاوت سے بھی قلب میں انوار پیدا ہوتے ہیں اور روزہ رکھنے سے بھی دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ تلاوتِ قرآن میں وجود سبب ہے نور کا اور روزہ میں ترکِ لذات و شہوات ہے سبب نور کا ——

غرضکہ روزہ اور تلاوتِ قرآن کریم میں بے حد مناسبت ہے اور ان دونوں عبادات کی رمضان المبارک میں کثرت ہوتی ہے اور جو ان عبادات کو بجا لاتا ہے اپنی جھولیاں اللہ کی رحمت و مغفرت سے بھرتا ہے اور دوزخ سے آزادی کا پروانہ حاصل کرتا ہے —— پھر رمضان المبارک کی یہ شان سب سے نرالی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام میں اس ماہ مبارک کا تذکرہ کیا ہے اور عظمت والی اور عظیم ترین و بے مثال کتاب کے ساتھ مناسبت دے کر اس مہینے کا ذکر فرمایا ہے۔

لھذا

اے برادرانِ اسلام! اچھی طرح جان لیجئے کہ رمضان رحمتِ الٰہی کے جوش کا مہینہ ہے، قرآن عزیز سے اس کی خاص مناسبت ہے اور اس مہینے میں دستِ قدرت مغفرت و رحمت کے خم پہ خم لنڈھاتا اور فیضانِ کرم و احسان کی بارش کر دیتا ہے۔

اب یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مبارک مہینے کی برکات سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں اور رحمتِ خداوندی سے اپنی جھولیاں بھریں، اور جہنم سے ہمیشہ کے لئے آزادی کا پروانہ حاصل کریں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی نعمتوں اور برکتوں سے متمتع ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

ضروری اعلان

واہ کینٹ میں حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا جو درس قرآن و حدیث ہر ماہ کے آخری اتوار ہوتا ہے اس ماہ بجائے آخری اتوار کے مورخہ ۲۵ر دسمبر بروز بدھ صبح دس بجے بنگلہ ۵ علامہ اقبال روڈ پر منعقد ہوگا۔ باہر سے شرکت فرمانے والے احباب نوٹ فرمالیں۔ (محمد عثمان غنی بی اے)

نزولِ رحمت اور جہنّم سے آزادی

مولانا عبدالرحیم اشرف

دس دنوں اور راتوں کی یہ محنت، توجہ اور اطاعت و فرمانبرداری کا مجاہدہ اور اسی کے ساتھ ساتھ نفس پہ قابو پانے کی مسلسل تربیت اور اس کی خواہشات کو رب السموٰت کے احکام و حدود کا پابند بنانے کی پیہم جد و جہد عبد مومن کا حوصلہ بندھاتی ہے اور وہ رات کے پچھلے پہر کی خلوت میں اپنے مالک کے حضور ندامت کا اظہار کرتا ہے، اس کی آنکھوں سے اشک ہائے ندامت کا سیل رواں ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ بلبلاتا، روتا، ہچکیاں لیتا، عجز و درماندگی اور احتیاج مجسم بن کر اپنے مالک کے حضور قیام، رکوع، اور سجدے میں مستغرق رہتا ہے۔ تو رحمان و رحیم آقا کی رحمت اسے منزل مغفرت سے ہمکنار کر دیتی ہے اور یہ گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جو لوگ رحمت و مغفرت کے انوار سے زیادہ سرشار ہوتے ہیں وہ تو اپنے قلب و ذہن کے ہاتھوں مجبور ہو کر ماسوی اللہ سے اپنا رشتہ آئندہ دس دنوں کے لئے منقطع کر لیتے ہیں اور اپنے رب کے کسی گھر کے کونے میں جا پڑتے ہیں۔ انہیں کسی مسجد میں اعتکاف سے کیا کچھ میسّر آتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینا شاید کسی کے بس کی بات نہ ہو۔ بس مختصر یہی کہ جو لوگ فہم و شعور کی بیداری اور قلب و ذہن کی استواری سے معتکف ہوتے ہیں۔ وہ تو اس نوع کی لذّت سے سرشار ہوتے ہیں جو کسی بچھڑے ہوئے آرزو جاں محب کو اپنے محبوب سے ملاقات اور ملاقات کے بعد خلوت سے میسّر آتی ہے اور یہ لوگ اس لذت و خلوت سے کما حقہٗ بہرہ ور ہوتے ہیں، رہے وہ جو رسماً ایسا کرتے ہیں تو کتنے کام ہیں جو اپنے جوہر کے اعتبار سے بے حد اونچے ہیں۔ مگر جب ہم ایسے پست ہمت انہیں انجام دینے لگتے ہیں تو وہ نقل اتارنے سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ مگر اس سے ان کاموں کی عظمت میں کیا فرق پڑتا ہے؟ اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اچھے کام کی نقل اتارنا بھی بہرحال ایک اچھا کام ہی ہے اور کیوں ممکن نہیں کہ کوئی خوش نصیب نقل اتارتے اتارتے حقیقت کو پالے اور اس کا مزاج اصل کے سانچے میں ڈھل جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

رحمت و مغفرت سے شاد کام اور بہرہ ور ہونے کے بعد یہ قافلۂ ایمان و یقین ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے اور روزے کے ظاہری و باطنی اعمال کو مسلسل جاری رکھتے ہوئے اپنے رب سے فریاد کناں ہوتا ہے کہ جہاں آپ نے ہم نابکاروں پہ یہ رحم فرمایا کہ معصیت کے دلدل سے نکال کر شاہراہ اطاعت و فرمانبرداری پہ لا ڈالا۔ اس پٹے ہوئے سیدھے راستے (صراط مستقیم) پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائی اور اپنے فضل خاص سے ہمارے گناہوں کوتاہیوں، لغزشوں اور چھپی ہوئی اور ظاہر فرو گذاشتوں کو معاف فرما دیا تو اب ہمارے حال پہ ترس فرمائیو۔ ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما۔ ہمارے آقا! جہنم کے عذاب سے ہم کو دور فرما دیجیو۔ اس کا عذاب چمٹ جانے والا اور تباہ کن ہے۔

اس صدائے اضطراب کا جواب انہیں یوں دیا جاتا ہے کہ ایک پورے عشرہ (دس دنوں) کو اس ہولناک جہنم کی آگ سے آزادی کا عشرہ قرار دیا ہے اب بھی جو خوش نصیب رمضان کے پہلے دو دہے ان کاموں میں مصروف رہے گا جو اس کے رب کو ناپسند ہیں اور ان باتوں سے مجتنب رہے جو اس کے آقا نے اس کے لئے ناجائز قرار دیئے ہیں وہ اس جہنم سے آزادی کے عشرے سے مستفید ہو گا اور اسے جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

دعا —— مومن کا سب سے بڑا اسلحہ ہے جس سے وہ اپنے ازلی اور ابدی دشمن شیطان لعین اور اپنے سرکش نفس کی آوارگیوں اور شرارتوں کا سر کچلتا ہے اور اسی دعا کے ذریعہ وہ اپنے رب کی رحمت و مغفرت حاصل کر پاتا ہے۔

رمضان مبارک انوار و برکات کا خاص موسم ہے۔ اس موسم بہار میں دعاؤں میں سوز، رقت اور اثر انگیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اور اگر دعائیں بھی وہ ہوں جو رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوتی ہوں۔ تو فوراً نورٌ علیٰ نور کی کیفیت پیدا ہو گی۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی چند خاص دعائیں پیشِ خدمت ہیں ان نورانی راتوں اور سہانے دنوں میں انہیں معمول بنائیے۔

دُعاءِ تہجّد

رمضان مبارک کی راتیں قیام، رکوع، سجود اور ذکر کے لئے مخصوص ہیں۔ اللہ ذوالجلال توفیق دیں تو تہجد کا اہتمام کیجئے۔ تہجد عظیم نعمت اور اہم تر سعادت ہے۔ یہ لمحۂ خلوت بندے کو آقا کے قریب تر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سہانے وقت میں طبیعت میں یکسوئی، عاجزی، اپنے آقا کی جانب توجّہ، جذباتِ محبت میں فراوانی اور اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کا داعیہ قوی ہوتا ہے۔ تہجد کے انوار اور اس کے اثرات ہر پہلو سے اس لائق ہیں کہ عبد مومن اس لمحہ سعادت کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے اور عمر عزیز کے آخری ایام تک اس کوشش میں مصروف رہے۔ رمضان مبارک — تہجد کی عادت کو راسخ کرنے کا مؤثر ترین وسیلہ ہے۔ اگر اس ماہ میں تیس مقدّس راتوں میں تہجد کو معمول بنا لے اور اپنے رب سے اس عادت کو راسخ کرنے کی دعائیں بھی مسلسل کرے تو توقع کی جا سکتی ہے کہ آئندہ گیارہ ماہ میں یہ معمول بن جائے گا کہ رات کے پچھلے پہر اس دولت کو سمیٹنے کے لئے انسان بستر سے اٹھ کھڑا ہو۔ جو دولت کسی اور وقت ہاتھ نہیں لگتی۔ جو خزانے اس "عالم خلوت" میں لٹائے جاتے ہیں کسی دوسرے وقت میں ان کے منہ نہیں کھولے جاتے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ

علیہ وسلم تہجد کے وقت یہ دعا کرتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَنْ فِیْھِنَّ وَ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُکَ الْحَقُّ وَ لِقَاءُکَ حَقٌّ وَ قَوْلُکَ حَقٌّ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَالسَّاعَۃُ حَقٌّ۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ اَسْلَمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْکَ اَنَبْتُ وَ بِکَ خَاصَمْتُ وَ اِلَیْکَ حَاکَمْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

میرے اللہ! آپ ہی کے لئے حمد و ثناء ہے۔ آپ زمین و آسمان کے قائم رکھنے والے ہیں اور نگران بھی ہیں۔ آپ ہی ارض و سما کا نور ہیں۔ اور یہاں کی ہر چیز آپ ہی کے انوار سے منور ہے، آپ ہی کے لئے حمد کی تمام اقسام مخصوص ہیں۔ آپ حق ہیں، آپ کے وعدے حق ہیں، آپ سے ملاقات حق ہے، آپ کا ہر فرمان حق ہے۔ جنت اور دوزخ ایک سچی حقیقت ہیں، تمام انبیاء برحق ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں، قیامت یقینی ہے۔

میرے رب! میں اپنے آپ کو آپ ہی کے سپرد کرتا ہوں، آپ پر ایمان لاتا ہوں، آپ ہی پر میرا اعتماد و توکل ہے، آپ کی جانب متوجہ ہوں، آپ کی مدد ہی کے سہارے اہل باطل سے برسرپیکار ہوں، تمام امور کا فیصلہ آپ ہی سے طلب کرتا ہوں، میرے پہلے، پچھلے، مخفی، اعلانیہ اور وہ سب گناہ جن سے آپ آگاہ ہیں معاف فرما دیجئے۔ آپ ہی اپنے بندوں کو آگے بڑھانے والے اور انہیں (ان کی کوتاہیوں کے باعث) پیچھے دھکیلنے والے ہیں، آپ کے سوا کوئی بھی امید و خوف کا مرکز نہیں اور نہ ہی کوئی لائق عبادت ہے۔

اس دعائے تہجد کے ایک ایک جملے پر غور کیجئے۔ یہ تمام کلمات تہجد کے وقت سے گہری مناسبت رکھتے ہیں اللہ کے جو بندے اسی وقت نرم و گداز بستروں کو چھوڑ کر اپنے آقا سے مصروف راز و نیاز ہوتے ہیں وہ اپنے رب سے وہ سب کچھ پا لیتے ہیں جو اس دعا میں مانگا گیا ہے۔

تہجد کی نماز شروع کرتے وقت

اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَ اِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! اے عالم الغیب! اور ہر ظاہر چیز سے باخبر رب! آپ ہی اپنے بندوں کے مابین ان اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے۔ جن میں وہ آج مبتلا ہیں، اپنے حکم سے اختلافی امور میں میری رہنمائی حق بات کی جانب فرمائیں۔ آپ ہی ہیں، جسے چاہیں سیدھے راستے کی جانب لے چلتے ہیں۔

انسانوں کے مابین —— بالخصوص مذہب کے بارے میں اختلافات کا یہ پہلو خیر و برکت کا ہے کہ انسان حق کی تلاش میں محنت کرتا ہے۔ نفسانیت سے بچ کر اور ضد و انانیت کو چھوڑ کر سچائی کو قبول کرتا ہے اور جن لوگوں کو حق پر پاتا ہے ان سے مربوط ہوتا ہے۔ اور بھلائی میں ان سے تعاون کرتا ہے اور اس کے برعکس باطل کو باطل جاننے اور غلط بات کی حقیقت واضح ہو جانے پر اس سے دست کش ہو جاتا ہے اور باطل کے علمبرداروں سے دنیوی تعلقات کے باوجود برائی میں شرکت سے گریز کرتا اور باطل میں تعاون سے اجتناب کرتا ہے۔ گویا وہ سرتا قدم بندۂ حق بن جاتا ہے اور اس کی پسند و ناپسند کا معیار اس کی اپنی مرضی نہیں بلکہ اس کے مالک کی رضا ہوتی ہے۔ لیکن اختلاف —— بالخصوص مذہبی اختلاف کا دوسرا پہلو انتہائی خطرناک بھی ہے اور وہ یوں کہ اگر انسان حق و ناحق کے مابین فیصلہ کرنے میں تساہل اور کم ہمتی سے کام لے، حق کی تلاش میں محنت سے جی چرائے یا کسی عصبیت، ضد، مفاد پرستی، اپنے دھڑے اور گروہ کی جانبداری کی وجہ سے حق کے سامنے سر جھکانے سے گریز کرے اور نفسانیت کی بناء پر حق کی مخالفت اور ناحق کی حمایت کا راستہ اختیار کرے تو گویا یہ اختلاف اس کی تباہی اور دوسروں کے لئے فتنے کا باعث بن گیا۔

اختلافی امور میں جہاں اپنی استطاعت کی آخری حد تک تلاش حقیقت میں محنت اور اپنی نیت کو خالص رکھنے کی جد و جہد میں مصروف رہنے کی ضرورت ہے وہاں ہر انسان اس بات کا بھی محتاج ہے کہ وہ ذاتِ حق جو حق کا حقیقی سرچشمہ ہے اور جس کے ہاں سے ہدایت اور توفیق میسر آتی ہے اس کے حضور گڑگڑاتے اور اختلافی امور میں صحیح راہ پانے اور اعتدال کی روش اختیار کرنے اور دلوں اور دماغوں پر تصرف رکھنے والے آقا ہی سے توفیق طلب کرے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد ایسے پُر انوار وقت میں، اختلافات میں رہنمائی کی دعا کو ضروری خیال فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ وقت اس دعا کے لئے مناسب ترین ہے۔

فجر کی سنتوں کے بعد کی دعا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے مابین یہ دعا کیا کرتے تھے :۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَ عَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَ فَوْقِیْ نُوْرًا وَ تَحْتِیْ نُوْرًا وَ اَمَامِیْ نُوْرًا وَ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَ عَصَبِیْ نُوْرًا وَ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔

اے اللہ! میرے دل میں نور ودیعت فرمایئو، میری آنکھ میں، میرے کان میں، میرے دائیں، میرے بائیں، میرے اوپر اور میرے نیچے جانب، میرے آگے اور پیچھے انوار عطا فرمایئو، میرے لئے انوار میں سے حصہ مقرر فرمایئو، میری زبان کو منور فرمایئو، میرے اعصاب کو انوار سے نوازیئو، میرے گوشت، میرے خون، میرے بالوں اور میرے چہرے کو انوار سے آراستہ فرمایئو،

اعتکاف اور اس کے مسائل

مولانا مقبول احمد جامعہ رشیدیہ ساہیوال

تمہید

حق تعالیٰ و سبحانہٗ نے اسلام کو ایک جامع اور ہمہ گیر مذہب بنایا ہے، اس کے پیروکار دنیوی امور کی انجام دہی اور تکمیل کے ساتھ ساتھ بھی باخدا اور واصل باللہ ہو سکتے ہیں۔ اُمم سابقہ خصوصًا بنی اسرائیل میں وہی شخص باخدا اور عارف باللہ ہو سکتا تھا جو تارک الدنیا ہو کر راہبانہ زندگی اختیار کر کے خالصۃً عبادت اور ذکر و فکر کا دلدادہ ہو جائے۔ پھر ایسے شخص کے لئے تجارت، زراعت، حرفت، محنت اور حکومت و سلطنت کے دروازے بند ہو جاتے تھے مگر اسلام کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ اس نے آتے ہی اعلان کیا کہ "لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" اسلام میں رہبانیت (یعنی دنیا کا ترک کرنا) نہیں ہے۔ اب ایک شخص انتہائی مالدار ہونے کے باوجود بہت بڑا عارف باللہ ہو سکتا ہے ؎

برکفے جامِ شریعت برکفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

البتہ انہی دنیوی مشاغل میں سے کبھی کبھار تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر عبادت خداوندی میں مشغول ہونا اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح اور اعلیٰ درجہ کی معراج ہے۔

اعتکاف

دنیوی علائق سے جدا ہو کر باخدا ہونے کے لئے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف تین قسم کا ہوتا ہے سنت، نفل اور واجب۔ رمضان کے آخری عشرہ میں ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہو تو سنتِ مؤکدہ ہے۔

اعتکافِ نفل کے لئے وقت اور ایام کی قید نہیں، رمضان اور غیر رمضان میں جب چاہے، جتنی مدت کے لئے اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں ٹھہر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام عمر کا اعتکاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کم از کم نفلی اعتکاف کی مدت میں اختلاف ہے — امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تھوڑی سی دیر کا اعتکاف بھی جائز ہے۔ چنانچہ فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ جب وہ مسجد میں داخل ہو تو اعتکاف کی نیت کر لے اس طرح جب تک وہ مسجد میں رہے گا اس کو نفلی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔

اعتکاف واجب

اگر کسی آدمی نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ اب کام ہونے کی صورت میں اس کے ذمہ اتنے دن کا اعتکاف واجب ہے۔

اعتکاف کی فضیلت

حدیث شریف میں آیا ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہے گا اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جائیں گی جتنی نیکیاں کرنے والے کے لئے (مشکوٰۃ، ابن ماجہ) پہلے جملہ کا مضمون ظاہر ہے کہ جو مسجد میں اللہ کے دروازے پر آن پڑا اب اس سے گناہ سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حدیث کا دوسرا جملہ محل غور ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعتکاف نہ کرنے والے لوگ جو باقی نیکیاں مسجد سے باہر کریں گے جن کو معتکف نہیں کر سکتا۔ (مثلاً جہاد، عیادتِ مریض اور نماز جنازہ میں شرکت وغیرہ) ان امور کا ثواب معتکف کو خود بخود ملتا رہے گا——

سبحان اللہ —— اللہ تعالیٰ کی کیا کرم نوازی ہے اور کیا جود و کرم ہے کہ اس نے معتکف کو اس بات کی حسرت بھی نہ ہونے دی کہ اگر میں اعتکاف میں نہ ہوتا تو ان سب متنوع حسنات کو اختیار کر کے ثواب حاصل کرتا۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضامندی کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی خندقیں حائل فرما دیتے ہیں کہ جن کی مسافت زمین و آسمان کی مسافت سے کہیں زیادہ ہے۔

اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح

اعتکاف کی روح اور اس کا حقیقی مقصد اپنے آپ کو ذاتِ باری تعالیٰ سے وابستہ کرنا ہے کہ سب سے ہٹ کر ساری مصروفیات ترک کر کے محض اسی کی ذات پاک میں مشغول ہو جائے، غیر اللہ سے منقطع ہو کر اس طرح محوِ ذات ہو جانا کہ خیالات و افکار کی جگہ اسی ذات کا پاک کا فکر اور اس کی محبت سما جائے ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کئے ہوئے

اعتکاف کا حکم

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ ایک بستی میں یا ایک محلے میں اگر ایک آدمی بھی اعتکاف کر لیگا تو تمام بستی اور محلہ والے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے۔ اور اگر کوئی بھی معتکف نہ ہوا تو سب کے سب گناہگار ہوں گے۔

مسائل اعتکاف

معتکف کے لئے ضروری ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے لئے وہ بیس رمضان المبارک کو غروب آفتاب سے قبل اعتکافِ سنت کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے۔ اگر غروب کے بعد داخل ہوگا تو اس کا اعتکافِ مسنون درست نہ ہوگا۔

اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا ہونا ضروری ہے جس میں پانچوں وقت جماعت ہوتی ہو۔

معتکف عید کا چاند نظر آنے تک مسجد میں رہے۔ عید کا چاند نظر آنے پر اس دن کے غروب کا انتظار بھی ضروری ہے۔ اگر بالفرض غروبِ آفتاب سے قبل چاند نظر آگیا اور وہ مسجد سے باہر نکل گیا تو اعتکاف باطل ہو جائیگا۔

جن کاموں کیلئے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے

معتکف کے لئے اپنی طبعی اور شرعی ضروریات کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

جائز ہے۔ چنانچہ قضائے حاجت اور غسل جنابت کے لئے لازماً مسجد سے باہر جانا ہوگا۔ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد جانے کے لئے صرف اتنی دیر پہلے نکلنے کی اجازت ہے کہ جس میں وہ پہلی سنتیں پڑھ کر عربی کا خطبہ سن سکے۔ جمعہ کی وعظ کے لئے گنجائش لے کر جانا جائز نہیں۔ البتہ اگر احتیاط کے باوجود وعظ سننا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

الحاصل۔ اپنی طرف سے وہ ایسے وقت میں مسجد اعتکاف سے نکلے کہ سنت اور عربی خطبہ میں ہی شمولیت ہو سکے۔ اگر اس کو اندازہ کرنے میں کچھ غلطی ہو گئی اور وہ تھوڑی دیر پہلے پہنچ گیا جس کی بناء پر مروجہ تقریر اس کو سننا پڑی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی نے اعتکاف کے وقت یہ نیت کی تھی کہ وہ دوران اعتکاف مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت اور کسی دوسری جگہ تراویح پڑھانے کے لئے جائے گا تو ایسے آدمی کو نیت کردہ جگہوں پر جانا جائز ہوگا۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے فتاویٰ عالمگیری باب الاعتکاف)

معتکف کا وضو اور غسل

معتکف کے لئے غسل نظافت، غسل تبرید (یعنی صفائی اور ٹھنڈک کے لئے غسل) کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ اگر ایسا غسل مطلوب ہو تو مسجد کے اندر بڑا ٹب رکھ کر اس میں غسل کر لیا جائے یا پھر مسجد کے صحن کے کونے میں اس طرح غسل کیا جائے کہ مستعمل پانی مسجد کے اندر نہ گرے اور وضو بھی اس طرح کرے کہ خود مسجد کے اندر رہے اور وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے۔

مسئلہ: نفلی اعتکاف والا غسل نظافت، غسل تبرید اور وضو کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

مسئلہ: معتکف کا کھانا پینا مسجد کے اندر ہی ہوگا۔ اگر وہ کھانا کھانے کے لئے باہر چلا گیا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ معتکف کو مسجد میں کوئی بدبودار چیز یعنی خام پیاز، لہسن اور مولی وغیرہ مسجد میں داخل نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کو استعمال کرنا چاہئے۔ کوشش کرے کہ دوران اعتکاف حتی المقدور ایسی غذا استعمال کرے جو کم از کم بادانگیز ہو۔ قلتِ طعام، قلتِ کلام اور قلتِ منام معتکف کے لئے انتہائی مفید ہے ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا دراں نورِ معرفت بینی

حقہ نوشی

معتکف کے لئے حقہ نوشی کی غرض سے باہر جانا جائز نہیں۔ معتکف کا کھانا پینا سب مسجد میں ہوتا ہے اور حقہ نوشی مسجد میں ممنوع ہے لہٰذا اس کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں مت داخل ہوو کیونکہ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اور ملائکہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ حقہ کا عادی یا تو حقہ ترک کر دے یا اعتکاف کا قصد نہ کرے۔ البتہ بیت الخلاء، استنجا وغیرہ آتے جاتے سگرٹ پی سکتا ہے۔ لیکن منہ میں بو لے کر مسجد میں آنا مکروہ ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے فتوے کی توجیہہ بھی یہی ہے۔

بدبودار منہ سے عبادت اور ذکر الٰہی میں لذت ہی کیا ہوگی۔ اور ایسے ذکر سے نورانیت کہاں پیدا ہوگی ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

بقیہ: نزولِ رحمت اور . . . .

میرے نفس میں نور ودیعت کیجیو، میرے لئے نور کا عظیم حصہ مقرر فرمائیو اور اے اللہ! مجھے نور سے نوازیو۔

نور اور ظلمت، روشنی اور اندھیرا، ان دونوں کا وجود بھی برحق ہے اور ان کے مابین کشمکش بھی حقیقت ثابتہ ہے۔ ظلمت، ایک سیاہ پردہ ہے جس چیز پر پڑ جائے یا جو چیز اس میں گم ہو جائے وہ صرف سر کی آنکھوں سے ہی اوجھل نہیں ہوتی، بسا اوقات دل کی بصیرت بھی اس کے شعور سے محروم ہو جاتی ہے اور پھر جہاں بیرونی دنیا کی ظلمت بھی ہو، غلط افکار و نظریات نے اشیاء کی حقیقتوں کو مسخ کر دیا ہو، دلی خواہشات و شہوات کی تاریکیوں میں سیاہ ہو چکے ہوں۔ اذہان باطل تصورات کے باعث شعور حقیقت سے محروم ہو چکے ہوں، آنکھوں اور کانوں پر جھوٹے پروپیگنڈے اور سماعت و بصارت کو معطل کر دینے والے اثرات غالب آ چکے ہوں، دائیں بائیں کا ماحول غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط قرار دینے پر مصر ہو، خلاء اور زمین (فوق و تحت) سامنے اور پیچھے ہر جہت سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ماننے پر مجبور کرنے والی کوششیں مسلسل جاری ہوں اور ایک فرد اپنی بات پر قائم رہنے اور اپنی رائے پر عمل کرنے میں بے شمار دشواریاں محسوس کر رہا ہو۔ اور مزید یہ کہ ہر شخص خود اپنے اندر کی دنیا کو اجڑتے ہوئے دیکھ رہا ہو۔ ارادوں میں خلل، عزائم میں اضمحلال، اعصاب و جوارح میں ضعف و ناتوانی نے اسے بے سہارا بنا دیا ہو۔ اس عالم اضطراب میں، یہ دعا ہے کہ بار الٰہ، میرے دل کو ظلمتوں سے پاک اور عام روشنی ہی نہیں، اپنی خاص نورانیت سے منور فرما دیجیو اور پھر یہ کہ کان، آنکھ، دائیں، بائیں، اوپر نیچے سبھی جہتوں اور تمام اعضاء و جوارح حتیٰ کہ زبان، اعصاب، گوشت پوست اور پھر اپنے پورے وجود اور اپنی مکمل شخصیت (اللّٰھم اعطنی نورًا) اور آخر یہ کہ اس نورانیت کی عظمت کے حصول کی دعا اور اس میں وافر حصہ پانے کی التجا ـــــ اس کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے مابین جو چند لمحات شوق میسر آتے ہیں، ان میں سعادت، خوش بختی، برکت اور تمام اعضاء و جوارح اور جملہ قوتوں کے لئے یہ دعا کی جا رہی ہے کہ یہ سب کی سب، نور کے حقیقی سرچشمہ (اللہ نور السمٰوٰت والارض) سے فیضیاب ہوں اور یہ تمام ان کاموں میں مصروف ہو جائیں جو کام خالق ارض و سماء کی رضاء کے مطابق ہوں۔

اسی پر بس نہیں، یہ بات بھی "نور" کے مفہوم میں شامل ہے کہ جو کام ہو، علیٰ وجہ البصیرت ہو، صالح ارادہ اور پاک و خالص نیت سے ہو، صحیح طریق اور اسوۂ رسالت کے مطابق ہو اور پھر اس کام میں برکت بھی ہو۔ یہ نتیجہ خیز بھی ہو اور اس کی ضیا پاشیوں سے سارا ماحول جگمگا اٹھے ـــــ (باقی آئندہ)

اہمیت ماہ رمضان المبارک اور علاج الامراض

عبدالسبحان شجاع آبادی مدرسہ مظاہر العلوم المدنیہ بھاؤ پھیرو

انسان کو اللہ پاک نے دو چیزوں سے مرکب فرمایا ہے ایک جسم سے دوسرے روح سے۔ جسم کی نشو و نما کے لئے غذا کی ضرورت ہے غذا کا بھی انتظام فرما دیا۔ اور انسان کی تربیت کا بھی ذمہ لے لیا، اسی طرح روح کی نشو و نما و تربیت کے لئے بھی غذا کی ضرورت ہے۔ روح کی غذا بھی بتلا دی کہ اگر اس غذا کو استعمال کرتے رہوگے تو روح کی تربیت کا انتظام درست رہے گا ورنہ جس طرح جسمانی نشو و نما کے لئے غذا اگر استعمال نہ کی جائے یا ناقص طور پر استعمال کی جائے تو نظام جسمانی میں خلل آ سکتا ہے بعینہ اسی طرح اگر روحانی تقویت و تربیت کے لئے اگر روحانی غذا استعمال نہ کی جائے تو روح کے نظام میں فساد آ سکتا ہے۔ جس طرح جسم کو امراض لاحق ہوتے ہیں جسم کے امراض کے علاج بھی اللہ پاک نے اتارے اسی طرح روح کے امراض کے علاج بھی اللہ پاک نے اتارے ہیں مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا وَ اَنْزَلَ لَہٗ دَوَاءً۔ (ترجمہ) اللہ تعالے نے کوئی مرض ایسا نہیں اتارا جس کا علاج بھی نازل نہ کر دیا ہو۔

رمضان المبارک کا مہینہ علاج کا مہینہ ہے اور اس کے روزے بمنزلہ دوا کے ہیں۔ روزہ ایسی دواءِ کامل اور نسخۂ کیمیا اور علاج اکسیر ہے کہ اس کے ذریعہ روحانی امراض تو دور ہوتے ہی ہیں مگر جسمانی امراض بھی بہت سے دور ہوتے ہیں تو گویا انسان سارے سال غذا استعمال کرتا رہا اور کسی سبب سے جسمانی اور روحانی امراض لاحق ہوتے رہے۔ اب یہ مہینہ ایسا مبارک مہینہ ہے کہ اگر اس مہینہ میں پورے پرہیز اور یقینِ کامل کے ساتھ علاج کیا گیا تو انشاءاللہ جسمانی و روحانی امراض سے نجات مل جائے گی

حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے — حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں۔ کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔ (ترجمہ) جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے ایمان اور ثواب کی نیت سے تو اس کے گناہ گذشتہ معاف کر دئے جائیں گے ایماناً و احتساباً سے یقین کامل اور مسلمان ہونے اور ثواب و پرہیز (جھوٹ و غیبت وغیرہ سے) کے ساتھ روزہ رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔

ایک عجیب مثال

جامع شریعت پیر طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی دامت برکاتہم جو اکابرین میں سے ہیں آج کل کراچی میں قیام پذیر ہیں رب تعالے ان کی عمر میں بخیر و عافیت برکت فرمائے انہوں نے ایک مرتبہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک موقع پر ایک ہندو پنڈت نے مجھ پر اعتراض کیا کہ مولانا صاحب آپ کا مذہب اسلام بہت انصاف پسند مذہب ہے۔ دینی اور دنیاوی حیثیت سے بھی مذہب اسلام میں بہت انصاف پایا جاتا ہے مگر اسلام میں ایک بہت بڑی بے انصافی ہے وہ یہ کہ نماز بھی اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اسلام کا اہم ترین رکن ہے، نماز کی طرح روزہ بھی عبادت اور اسلام کا اہم ترین رکن ہے نماز بھی شاہ و گدا، امیر و غریب عام خاص ہر ایک بالغ مسلم پر فرض ہے اسی طرح روزہ بھی مگر نماز دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے اور روزہ صرف سال میں ایک ماہ ادا کیا جاتا ہے۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ نماز کی طرح روزہ بھی کم از کم سارے سال رکھا جاتا۔ شاہ صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ پنڈت صاحب شریعت اسلام میں نماز روزہ کی یہی ترتیب رکھی گئی ہے کہ نماز دن میں پانچ مرتبہ ادا کی جائے اور روزہ سال میں ایک ماہ رکھا جائے۔ ہمارے پیشوا مقتدا نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صراحتہً اور تاکیداً ارشاد فرمایا ہے لَا صَوْمَ صَوْمُ الدَّھْرِ (ترجمہ: سارے سال یعنی ہمیشہ کا روزہ درست نہیں کیونکہ ہمیشہ کا روزہ تو ایک گونہ عادت ہو گئی وہ لطف و مزہ تو عبادت کا نہ رہا۔ یہ جواب سن کر ہندو پنڈت بولا شریعت اور نبی آخر الزماں کا یہ فرمان تو میرے لئے حجت نہیں کیونکہ میں تو شریعت اور نبیؐ کا قائل نہیں میرے سوال کا جواب معقول نہیں ملا۔ تو پھر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ پنڈت صاحب غذا روزانہ استعمال کی جاتی ہے یا کبھی کبھی؟ پنڈت بولا روزانہ غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ دوا روزانہ استعمال کی جاتی ہے یا کبھی کبھی؟ پنڈت بولا۔ دوا تو کبھی کبھی استعمال کی جاتی ہے وہ بھی بوقت ضرورت جبکہ کوئی مرض لاحق ہو گیا ہو تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس طرح سمجھو کہ نماز روح انسان کی غذا ہے اور غذا کی روزانہ ضرورت محسوس ہوتی ہے، روزہ بمنزلہ دوا کے ہے جس کا سارے سال میں ایک ماہ استعمال کا حکم دیا گیا ہے واقعی رب تعالے کا احسان بھی ہے اور فضل بھی کہ مرض کا علاج بتلا دیا اور قدرتِ خداوندی کا کرشمہ بھی ہے کہ گیارہ ماہ کے امراض روحانی و جسمانی کا ایک ماہ میں مکمل اور من کل الوجوہ علاج ہو جاتا بشرطِ ایماناً و احتساباً۔ جسم کے امراض کا مریض دنیا میں مرض کا اثر تکلیف اور بے چینی اور بے مزگی محسوس کرتا رہتا ہے البتہ علاج کے بعد اگر طبیعت اعتدال پر آ جائے تو امراض کے ازالے کے بعد اثرات امراض اور ثمراتِ امراض بھی زائل ہو جاتے ہیں۔ مگر روحانی امراض کے علاج کی طرف اگر توجہ نہ کی اور شفاءِ کامل حاصل نہیں ہوئی

تو روحانی امراض کے اثرات کے نتائج دنیا ہی میں نہیں بلکہ قبر و حشر میں بھی دیکھے گا۔ اور تکلیف محسوس کرتا رہے گا۔ روحانی امراض کی عالم مثال میں مستقل صورتیں ہیں اور ان کی سزائیں بھی ہیں۔ مثلاً جب ہمارے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے ایک قوم کو دیکھا کہ اس کے ناخن تانبے کے ہیں اور وہ ان کے ذریعہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دریافت پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں آدمیوں کا گوشت کھاتے تھے یعنی لوگوں کی غیبت کرتے اور ان کی آبرو ریزی اور حرف گیری کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ جس کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں۔ کچلے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح سلسلہ جاری رہتا ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آپؐ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز میں کاہلی کرنے والے ہیں۔ اسی طرح دیگر جرائم کی صورتیں اور سزائیں ہیں۔ بہرحال روحانی امراض کی سزا قبر و حشر میں بھگتنی ہوگی جسمانی امراض کی تکلیف دنیا ہی تک محدود رہتی ہے اور روحانی امراض کے نتائج دنیا، قبر و حشر تک ہوں گے۔ جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے ثواب اور اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے رکھے تو امید قوی ہے کہ رب تعالیٰ اس کی روح کے امراض کو دور فرما کر صحت و شفاء کاملہ بخش دیں گے اور الطاف و کرم سے نوازیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت میں ایک باب الریان ہے (ریان نامی دروازہ) جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رب تعالےٰ قیامت کے دن روزہ داروں کی مہمان نوازی فرمائیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو رب تعالےٰ کو مشک اور عنبر کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ انعام اور فوائد اس انسان کے لئے ہیں۔ جس نے روزے رکھے ثواب اور اللہ تعالےٰ کی رضاء کے لئے۔ دینی حیثیت سے اس سے بڑھ کر اور کیا فوائد ہو سکتے ہیں کہ جملہ امراض روحانی سے شفاء یقینی اور مکمل طور پر ہو جائے اور جنت میں داخلہ مل جائے، رب تعالےٰ راضی ہو جائے اور رب تعالےٰ کی مہمانی سے نوازا جائے۔ انسان کے دشمن شیطان کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے اور جہنم جیسی خوفناک جگہ کے دروازے بند کر دئے جائیں اور اس سے بڑھ کر اہم ترین اور کون سا مہینہ ہو سکتا ہے کہ انسان اگر اس ماہ کے روزے رکھ لے تو جملہ گناہ اور اس کی روح بالکل صاف و شفاف اور معطر منہ معطر چشم بصیرت روشن دل روشن نظام روح درست، نظام جسمانی درست، اب بھی اگر کوئی بدقسمت انسان اس ماہ کو غنیمت نہ سمجھے اور اپنے نظام روح و جسم کو درست نہ کرے، رب تعالیٰ کو راضی نہ کرے، جنت کا ٹکٹ نہ لے تو اس کی ہی بدقسمتی، ماہ مبارک کا کیا قصور اس کی اپنی عقل کا فتور ہے

اس کے الطاف تو عام ہیں شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

انسان کو چاہئے کہ ۱۱ مہینوں کے روٹھے ہوئے خدا کو منائے، اس کا قرب حاصل کرے، فلاح دارین کی دعا کرے خصوصاً افطار کے وقت بصدق دل دعا کرے۔ افطار کا وقت قبولیت دعا کا خاص وقت ہے گویا روزے کے افطار کے وقت یہ ندا آتی ہوتی ہے کہ اے روزہ دار انسان سارا دن تو ہمارا کہا مانتا رہا نہ کھایا نہ پیا نہ گناہ کیا اب ہم تیرا کہا مانیں گے مانگ کیا مانگتا ہے ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی راہرو منزل ہی نہیں

انسان کو چاہئے ایسے وقت کو مبارک سمجھے نہایت عاجزی سے خوب اپنے جائز مقاصد کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے کیونکہ اس مبارک وقت میں کریم ذات خصوصی طور متوجہ ہوتی ہے بس اب مانگنے کی دیر ہے دینے کی دیر نہیں لینے کی دیر ہے ملنے کی دیر نہیں، نہ مانگا تو اس کی محرومی و نادانی۔ وہ مہربان ذات ایسی ذات ہے جتنا مانگو اتنا خوش نہ مانگو تو خوش ؎

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

اسی لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ رحمٰن کے معنی بن مانگے دینے والا رحیم نہ مانگنے پر ناراض ہونے والا ؎

اَللّٰہُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَہٗ
وَابْنُ اٰدَمَ حِیْنَ یُسْئَلُ یَغْضَبُ

اللہ ناراض ہوتا ہے اگر اے انسان تو اس سے مانگنا چھوڑ دے۔ اور اولادِ آدم سے جب کچھ مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتی ہے۔

بقیہ: اعتکاف اور ۔۔۔۔۔

معتکف کی عبادات

معتکف پر اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اگر وہ مسجد میں سویا بھی رہے اور محض فرائض ہی کی پابندی کرتا رہے تب بھی عبادت گزار ہی شمار ہوگا اگر اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ کو اتنی توفیق عطا فرمادیں کہ وہ ان ایام میں نماز باجماعت تکبیر اولیٰ حاصل کرنے کے ساتھ ادا کرتا رہے اور باقی تمام وقت قرآن پاک کی تلاوت کرنے اور مختلف قسم کی عبادات یعنی ذکر و فکر اور درود شریف وغیرہ میں صرف کرے تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس پر اللہ تعالےٰ کے انعام و اکرام کی کس قدر بارشیں ہوں گی۔

مسائل متفرقہ

معتکف کو چپ سادھ لینا اور قطع کلامی اختیار کرنا جائز نہیں البتہ فضول باتوں سے احتراز ضروری ہے۔ مسجد میں تعلیم و تدریس اور تبلیغ احکامِ خداوندی بہترین مشغلہ ہیں۔ مسجد میں اپنے لئے جگہ مخصوص کر لینا اور اسی میں مصروف عبادت رہنا زیادہ مناسب ہے۔ ضرورت کے لئے باہر جاتے وقت علیک سلیک اور مزاج پرسی جائز ہے۔ صحن، مسجد کی چاردیواری مسجد میں داخل ہوتی ہے۔ "حد المسجد من المسجد" بشرطیکہ بانی مسجد نے اس کو مسجد سے خارج قرار دیا ہو۔ مستورات اپنے گھر میں کوئی جگہ متعین کر کے اس میں اعتکاف بیٹھ

سکتی ہیں اور وہاں بیٹھے بیٹھے [illegible]

آٹھ تراویح بدعت ہیں

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی

بسملا و محمدلا و مصلیا و مسلما۔

آج کل بے دین و لامذہب لوگوں کی طرف سے اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں۔ اس وقت سب کو متحد ہو کر ان کی روک تھام کرنی تھی۔ فروعی مسائل کو اچھالنا اس وقت مناسب نہیں تھا۔ پھر اس کو ذریعہ اختلاف حق و باطل قرار دینا اور بھی بُرا تھا۔ مگر افسوس اہل حدیث صاحبان نے ایک ہنگامہ آرائی کر دی اب مجبوری یہ ہو گئی کہ مسئلہ ظاہر نہ کیا جائے تو گمراہی کا خطرہ ہے۔ اس لئے ایک دفعہ ظاہر کر کے وقت کے مناسب خاموشی ضروری معلوم ہوتی ہے اہل حدیث نے ایک اشتہار شائع کیا مندرجہ عبارتوں کا حوالہ دے کر آٹھ صحیح اور بیس ناجائز کہہ کر تمام اُمت مسلمہ کو گنہگار قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے وہ عبارتیں بھیج کر حقیقت دریافت کی ہے اسلئے جوابات پیش ہیں۔ مگر خود انصاف سے دیکھا جائے اور بہتر ہو کہ اپنی اپنی تحقیق سے جو جس کو حق ثابت ہو وُہ عمل رکھے مگر دوسروں پر اعتراض کر کے فضا کو خراب نہ کریں ضروری باتوں پر توجہ کرنا اس وقت کی اہم ضرورت ہے۔ عبارتیں یہ دی ہیں۔

(۱) علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری صـ۵۹۷ ج۳، فان قلت لم یبین فی الروایات المذکورۃ عدد الصلوٰۃ التی صلاہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی قلت رواہ ابن خزیمتہ و ابن حبان من حدیث جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر اھ

(۲) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری صـ۵۹۷ ج۱ لم ار فی شئ من طرقہ بیان عدد صلوٰتہ فی تلک اللیالی لکن رواہ ابن خزیمتہ و ابن حبان من جابرؓ الخ (۳) علامہ زیلعی حنفی، نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدا صـ۲۹۳ ج۱ وہی حدیث نقل کی ہے (۴) ابن ہمام حنفی، فتح القدیر شرح ہدایہ، فتحصل من ہذا کلہ ان قیام رمضان سنتہ احدی عشرۃ رکعتہ بالو ترفی جماعتہ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ (۵) علامہ قاری حنفی، مرقاۃ شرح مشکواۃ۔ تراویح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے گیارہ رکعت ثابت ہے۔ (۶) مولانا عبدالحئی لکھنوی، تعلیق المحجد شرح مؤطا محمد۔ وہی حدیث جابرؓ نقل کی ہے (۷) مولانا محمد زکریا صاحب حنفی کاندھلوی، اوجز المسالک شرح مؤطا مالک صـ۳۹۷ ج۱۔ یقیناً محدثین کے اصول کے موجب بیس رکعت تراویح کی تعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعا ثابت نہیں ہے (۸) مولانا انور شاہ حنفی کشمیری العرف الشذی صـ۲۲۹ پر اس بات کو تسلیم کئے بغیر بھاگنے کی کوئی صورت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں (۹) بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم، لطائف قاسمیہ مکتوب سوم صـ۱۸ و یازدہ از فعل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ازیست ہے (۱۰) فتح سرالمنان فی تائید مذہب النعمان صـ۳۲۷ جیسا آج کل بیس رکعت تراویح کو سنت بتایا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں آپ کے زمانہ مبارک میں آپ کے حکم کے بموجب حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث پر عمل رہا، اور حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے خوب واقف تھیں۔ (۱۱) طحطاوی شرح درمختار صـ۲۹۶ علامہ ابوالسعود حنفی شرح کنز مطبوعہ مصر صـ۵۶۵ اور علامہ صمومی کی شرح اشباہ والنظائر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔ (۱۲) علامہ شرنبلالی، مراقی الفلاح۔ یہ امر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعت با جماعت مع وتر پڑھیں (۱۳) علامہ ابن ہمام، فتح القدیر صـ۳۳۴ اس تمام بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ قیام رمضان مع وتر کے ۱۱ رکعت ہی مسنون ہے (۱۴) بحرالرائق شرح کنزالدقائق بلاشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہی عمل رہا۔ (۱۵) ابن ہمام و ابن نجیم نے بحرالرائق میں ثابت کیا ہے کہ مع وتر کے گیارہ رکعت ہی مسنون و مستحب ہیں۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت کی ہے۔ (۱۶) ملا علی قاری حنفی مرقات مطبوعہ مصر صـ۱۶۲ ج۱، اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں علاوہ وتر کے۔ (۱۷) طحاوی شرح معانی الآثار ج۱ صـ۱۴۳ سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت مع وتر پڑھائیں یہ روایت مؤطا مالک میں بھی موجود ہے (۱۸) امام سیوطی اپنی کتاب مصابیح فی صلوٰۃ التراویح میں امام مالک سے روایت کرتے ہیں، امام مالک نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کو جتنی رکعت تراویح پڑھنے پر جمع کیا تھا وہی گیارہ رکعت مجھے بھی پیاری ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح تھی۔ کسی نے پوچھا کہ مع وتر کے گیارہ رکعت ہیں؟ امام مالک نے فرمایا۔ ہاں، یہ بہت سی رکعتیں نہ معلوم لوگوں نے کہاں سے نکال لیں۔

مرسلہ مولانا ابوالحسان، حکیم محمد رمضان علی قادری خطیب جامع مسجد سنجھورو ضلع سانگھڑ (سابق سندھ)

الجواب

بسملا و محمدلا و مصلیا و مسلما۔

جواب سے پہلے نفس مسئلہ لکھا جاتا ہے مع مختصر دلائل کے وُہ یہ کہ آٹھ تراویح کا کوئی ثبوت نہیں کسی حدیث صحیح ضعیف مرسل منقطع کسی قسم کی حدیث میں۔ اور صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے قول میں آٹھ تراویح کا لفظ تراویح سے کوئی ثبوت نہیں ہے وُہ سب حدیثیں تہجد کی ہیں جن کو لوگ خواہ مخواہ تراویح پر چسپاں کر رہے ہیں اور خود غلطی میں پڑ کر تمام مسلمانوں کو غلطی میں مبتلا کر رہے ہیں بلکہ آٹھ تراویح بدعت ہیں سنّت مؤکدہ کے خلاف ہیں اور گناہ کا سبب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت صحیح ثابت ہیں صحابہ کا اسی پر اجماع ہے اور چاروں صاحب مذہب مجتہد اماموں کے نزدیک بیس تراویح ہی سنّت ہیں (مندرجہ سوالی نمبروں کے جواب نمبروار

عرض ہوگا۔ پہلے اس کے دلائل سن لیجئے۔

احادیث روی ابن ابی شیبۃ فی مسندہ عن یزید بن ابراہیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر و اخرجہ عبد بن حمید فی مسندہ عن ابی نعیم عن ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان بہ سنداً ومتناً۔ اخرجہ البغوی فی معجمہ عن منصور بن ابی مزاحم عن ابی شیبۃ ابراہیم بہ۔ واخرجہ الطبرانی من طریق ابی شیبۃ ایضاً۔ واخرجہ البیہقی من طریقہ ایضاً عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر ۔ لیکن ان حدیثوں میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان پر محدثین نے گفتگو کی ہے۔ اکثر حضرات نے ان کو ضعیف اور ان کی وجہ سے حدیث کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے مگر بعض محدثین نے قابل اعتماد بھی قرار دیا ہے، تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵ قال ابن عدی لہ احادیث صالحۃ و ہو خیر من ابراہیم ابن ابی حیۃ ..... ماقضی فی زمانہ اعدل قضاء منہ، اور لسان المیزان ج ۱ ص ۵۳ پر ان (ابراہیم) کا تذکرہ جن سے ان کو افضل کہا ہے اس طرح ہے، ابراہیم بن ابی حیۃ مختلف فیہ حسن الحدیث۔ عن یحیی بن معین شیخ ثقۃ کبیر اب شیخ ثقہ کبیر سے جو خیر ہوگا وہ شدید ضعیف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جن حضرات نے بالاتفاق ضعیف کہہ دیا ہے یا ناقابل قبول کہا ہے، ان کی بات وزن دار نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر بالفرض یہ ضعیف ہی ہوں تو جھوٹے اور حدیثیں گھڑنے تو نہیں ان کی روایت موضوع تو نہیں ہو سکتی ذرا سی کوئی کمی ثابت ہو گی تو ان کی حدیث کو تمام صحابہ اور تمام ائمہ مجتہدین میں قبول حاصل ہوا ہے تو یہ خود اس کی دلیل ہے کہ حدیث قابل قبول ہے محدثین و فقہا سب کے نزدیک ائمہ مجتہدین کا قبول کر لینا ہی اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتا ہے اور پھر صحابہ کا قبول کر لینا اور بھی معتبر بنا دے گا۔ امام شعرانی نے کشف الغمہ میں شروع ہی میں کہا ہے ولم اعز احادیثہ الی من خرجہا من الائمۃ لانی ماذکرت فیہ الا، استدل بہ الائمۃ المجتہدون لمذاہبہم وکفانا صحۃ لذلک الحدیث استدلال مجتہد بہ اور کچھ آگے جا کر کہا ہے فانہ لولا ماصح عندہ ما استدل بہ ولا یقدح فیہ تخریج غیرہ من المحدثین والمجتہدین من طریق روایتہم لہ۔ شامی ج ۴ ص ۵۷ پر تحریر ابن ہمام سے منقول ہے المجتہد اور استدل بحدیث کان تصحیحا لہ۔ التلخیص الحبیر لابن حجر ج ۱ ص ۱۶ پر ہے ایک حدیث کے متعلق جس پر امام بیہقی نے کلام کیا تھا۔ قد احتج بہذا الحدیث احمد و ابن المنذر وفی جزمہما بذلک دلیل الصحۃ عندہما لہ۔ اور تدریب الراوی ص ۱۵ قال ابن عبد البر لکن الحدیث صحیح عندی لان العلماء تلقوہ بالقبول، یہ حدیث بحر کے باب میں ہے کہ اس پر اعتراض تھا کہ محدثین ایسی سند کو صحیح نہیں قرار دیتے جواب دیا کہ علما کے قبول کرنے سے حجت ہو گئی۔ اور ص ۱۳ پر ہے صلاۃ التسبیح کے باب میں قال البیہقی کان عبد اللہ ابن المبارک یصلیہا وتداولہ الصالحون بعضہم عن بعض وفی ذلک تقویۃ الحدیث المرفوع۔ جصاص نے احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۶ پر لکھا ہے وقد استعملت الامۃ ہذین الحدیثین وان کان ورودہ من طریق الاحاد فصار فی حیز المتواتر لان ماتلقاہ الناس من اخبار الاحاد بالقبول فہو عندنا فی معنی المتواتر لما بیناہ فی مواضع لہ اور حدیث تراویح بھی ایسی ہی ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث جبکہ صحابہ کے اجماع اور ائمہ مجتہدین کے اتفاق نے اس کو قبول کر لیا ہے گو بعض یا بہت حضرات نے اس کو ضعیف کہا ہو سند کے اعتبار سے تو ضعیف کہلا سکتی ہے مگر متن اور مضمون حدیث کا ضعیف نہیں ہو گا۔ حجت باقی رہے گی بلکہ تواتر کا درجہ پا لے گی۔ تیسری بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ اگر حدیث ضعیف ہو اور دوسرے قرائن یا حدیثوں سے اس کی تقویت ہو جائے تو گو وہ صحیح لعینہ نہ ہو گی، حسن لغیرہ تو بن جاتی ہے،، اس کے ایسے قرائن اور روایات آگے پیش ہوں گی" اس لئے یہ حدیث حجت ہو گی۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۳ اذا تاید الضعیف بما یدل علی صحتہ من القرائن کان صحیحا۔ شرح نخبہ ص ۲۴ و قفوا الاثر ص ۱۶ و خبر الواحد الذی یرویہ من یکون سیئ الحفظ و لو مختلطا لم یتمیز ما حدث بہ قبل الاختلاط او یکون مستورا او مرسلا لحدیثہ اور مدلسا فی روایتہ من غیر معرفۃ فیہا فبتابع ایاکان منہم من ہو مثلہ او فوقہ فی الدرجۃ من السند فہو الحسن لغیرہ لہ چوتھی بات یہ بھی دیکھنے کی ہے کہ جس راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے گو وہ متفق علیہ ضعیف نہیں، کم کم ضعیف ہے مگر وہ ۱۶۹ھ کا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۶۹ھ میں آ کر یہ حدیث ضعیف بن گئی ہے اور اس سے پہلے تک کا چونکہ کوئی راوی ضعیف نہ تھا یہ روایت ضعیف نہ تھی اور ائمہ مجتہدین کے زمانے اس سے پہلے کے ہیں لہٰذا یہ حدیث ان کے زمانے تک ضعیف ہی نہ تھی اس لئے ان مذاہب کا مدار ضعیف روایت پر قرار دینا کوئی عقل کی بات نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے ۳۰۰ھ سے پہلے کے ہونے کی وجہ سے یہ مذاہب تو ضعیف کہنے والوں کے نزدیک بھی حدیث صحیح پر مبنی ہوئے لہٰذا ان مذاہب کے متعلق غلطی کا گمان کرنا خود غلط در غلط ہے لہ یہ حضرت ابن عباس کی حدیث، پانچ حوالوں سے پیش کی تھی اب آگے دوسری حدیثیں پیش ہیں جن سے بیس تراویح معلوم ہو رہی ہیں تاکہ لوگ خود غور کر لیں۔ کہ ایک ہم ہی بیس نہیں پڑھتے تمام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے مذہب کے پیروکار تقریباً ساری امت بیس پڑھتی اور بیس کو ہی سنت مؤکدہ قرار دیتی ہے اور کم کو خلاف سنت مؤکدہ اور بدعت و گناہ ۔

میں ہی اس پہ مر مٹا ناصح تو کیا بیجا کیا
اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

حدیث ۲۔ ترمذی نے ج ۲ ص ۹۲ پر حسن صحیح کہہ کر یہ حدیث نقل کی، علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ لہ۔ لہٰذا سنت خلفا اس حدیث سے لازم بن گئی کیونکہ علیکم لازم کرنے کے لئے ہے، اور سنت نبی و سنت خلفا کو ساتھ ساتھ لانا بتاتا ہے کہ یہ بھی سنت نبی کے مثل ہے کہ ان ہی سے حاصل کردہ ہوتی ہے اس لئے ایک کو سنت اور ایک کو ممنوع یا بدعت یا مستحب قرار دینا اس حدیث کے خلاف ہو گا اور پھر اس کو دانتوں سے پکڑ لینے کا ارشاد اس کی پیروی کو لازم بنا رہا ہے اس کو ہلکا قرار دینا اس حدیث کے برعکس ہو کر گناہ ہو گا۔ بلکہ حضور ﷺ کی سنت کو سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مستحب قرار دینا بھی دانتوں سے پکڑنے کے خلاف اور پھر خلفا

کی خصوصیت کو باطل کرنا ہو گیا ورنہ تمام صحابہ کی پیروی مستحب ہے اور باعث نجات ہے، مشکوٰۃ ص۵۵۴ پر حدیث ہے حضرت عمرؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو وحی آئی، یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضہا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیئی مماہم علیہ فہو عندی علی ہدیً لہ اس لئے خلفائے راشدین کی خصوصیت اور دانتوں سے پکڑنے کا حکم ان کے فعل کو سنت مؤکدہ بنا دیتا ہے، اب خلفائے راشدین کی سنت ملاحظہ ہو۔ امام بیہقی نے حضرت سائب بن یزید سے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے، انہم کانوا یقومون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان و علی مثلہ، لہٰذا یہ خلفائے راشدین کی سنت فعلی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تشریعی و حکمی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض ہو جانے کے اندیشہ سے ترک کی یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو برابر پڑھتے اور دوسرے صحابہ کی بھی سنت ہے جو آگے آتی ہے۔ (۷) مؤطا امام مالک میں ہے عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ (۸) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ لہ (۹) سنن بیہقی میں حضرت سائب بن یزید سے ہے کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ، نووی نے خلاصہ میں اور سبکی نے شرح منہاج میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (ف) ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ موطا میں گیارہ رکعت وہم ہے آگے ۱۷ کے جواب میں عبارت آئے گی۔

(۱۰) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عطا سے روایت ہے قال ادرکت الناس (الصحابۃ) وہم یصلون ثلثا و عشرین رکعۃ بالوتر لہ

(۱۱) ابوالخصیب سے بیہقی نے حسن کہہ کر روایت کیا ہے قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ لہ حضرت سوید کو بعض حضرات نے صحابی قرار دیا ہے مثلاً ابن القانع نے جیسے کہ تہذیب میں ہے۔

(۱۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عن ابن عمرؓ قال ابن ابی ملیکۃ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ، اس کی سند صحیح ہے (آثار السنن)

(۱۳) بیہقی میں ہے عن علیؓ و قد دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ قال وکان علی یوتر بہم

(۱۴) بیہقی عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ

(۱۵) عن ابی بن کعب ان عمر امرہ ان یصلی فی رمضان . . . . . فصلی بہم عشرین رکعۃ لہ کنز العمال

(۱۶) مصنف ابن ابی شیبہ عن حسن بن عبدالعزیز ان ابیا کان یصلی بہم فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ

(۱۷) " " عن الحارث انہ کان یؤم الناس فی رمضان بعشرین رکعۃ لہ (۱۸) عن محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعۃ لہ (۱۹) عینی شرح بخاری عن زید بن وہب قال کان عبداللہ ابن مسعود یصلی لنا فی شہر رمضان قال الاعمش یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث لہ (۲۰) ابن ابی شیبۃ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان و یصلی بثلاث لہ (۲۱) عن شتیر بن شکل انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر لہ (۲۲) عن ابی الحسن ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ لہ (۲۳) عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بہم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث لہ سند صحیح ہے (آثار السنن) (۲۴) بیہقی عن شبرمۃ وکان من اصحاب علی انہ کان یؤمہم فی رمضان فیصلی خمس ترویحات لہ (۲۵) بیہقی عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ قال کانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکئون علی عصیہم فی عہد عثمان بن عفان من شدۃ القیام لہ نووی نے خلاصہ میں ابن العراقی نے شرح تقریب میں اور سیوطی نے مصابیح میں اس کو صحیح کہا ہے (۲۶) مدونہ مالکیہ ص۱۹۴ ج۱ ان عمر بن عبدالعزیز امر بالقراء ان یقوموا بذلک ویقرؤا فی کل رکعۃ عشر آیات لہ دس آیت فی رکعت سے بیس رکعت میں ہی قرآن مجید ختم ہو سکتا ہے نہ کہ آٹھ میں کیونکہ آیات چھ ہزار سے زائد ہیں (۲۷) نسائی بسند حسن عن عبدالرحمٰن بن عوف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالےٰ فرض صیام رمضان وسنت لکم قیامہ فمن صامہ و قامہ ایمانا و احتسابا خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ لہ تراویح حضورؐ کی سنت ہیں اور تہجد امر الٰہی سے تھا اس لئے یہ تہجد کے علاوہ ہیں لہٰذا تہجد کی رکعات سے ان کی رکعات الگ ہوں گی اس سے مخلوط کرنا صحیح نہ ہوگا تہجد تقریباً آٹھ تھیں یہ بیس ہوں گی۔ جیسے روزانہ کی سُنتیں بیس ہیں۔ ۲۸ تا ۳۵ عینی شرح بخاری میں ہے ان حضرات نے بیس بیس تراویح پڑھی ہیں، شتیر[۲۸] بن شکل ابن[۲۹] ابی ملیکہ، الحارث[۳۰] الہمدانی، عطاء[۳۱] ابن ابی رباح، ابوالبختری[۳۲]، حضرت[۳۳] حسن بصری کے بھائی سعید[۳۴] بن ابی الحسن، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، عمران[۳۵] العبدی جو مشہور تابعین ہیں اور پھر ان کے شاگرد در شاگرد (۳۶) ترمذی میں ہے رائی بعضہم ان یصلی احدی و اربعین مع الوتر وہو قول اہل مدینۃ (۳۷) ابن عبدالبر نے استذکار میں درج کیا ہے عن الاسود بن یزید کان یصلی اربعین رکعۃ ویوتر لہ (۳۸) محمد بن نصر نے امام مالک سے ۳۸ رکعات روایت کر کے اہل مدینہ کا عمل بتایا ہے (۳۹) زرارۃ بن اوفیٰ سے عشر آخر میں ۳۴ عشرہ اول و دوم میں ۲۸ منقول ہیں (۴۰) ابن جبیر سے ۲۴ آئی ہیں (اوجز المسالک) (۴۱) تا بے نہایت، ماثبت بالسنۃ میں ہے الذی استقر علیہ الامر و اشتہر بین الصحابۃ و التابعین و من بعد ہم ہو العشرون۔ تمام صحابہ و تابعین سے بدرجہ شہرت بیس ہی ثابت ہیں۔ (باقی آئندہ)

حضرت مفتی محمد صاحب مدظلہ العالی

سانحہ وفات

حضرت مولانا شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت حکیم الامت تھانوی

خانقاہ امدادیہ اور مدرسہ امدادیہ دارالعلوم تھا۔ تھانہ بھون کے مہتمم، قصبہ تھانہ بھون کے رئیس حکیم الامت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ برادر زادے جن کو ابتداء عمر سے حضرت حکیم الامتؒ نے ہی اپنی اولاد کی جگہ رکھ کر تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا تھا۔ ۲۸ر رجب ۱۳۸۸ھ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۸ء کو بعد مغرب اپنے مکان واقع ناظم آباد کراچی میں اچانک وفات فرما گئے۔ جب کہ ظہر کے وقت تک کام میں مشغول تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس حادثہ فاجعہ سے تمام ہی علمی اور دینی حلقے متاثر ہوں گے خصوصًا تھانوی سلسلہ سے تعلق رکھنے والے حضرات تو آج اپنے ایک امام امیر کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئے جو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی خاص نشانی اور ان کی بہت سی خصوصیات کے تنہا وارث تھے اور عجیب اتفاق ہے کہ حضرت حکیم الامتہ کی وفات بھی ۱۶ر ماہ رجب ۱۳۶۲ھ میں ہوئی تھی اسی ماہ کے ۲۸ر کو یہ ان کے جانشین بھی ان سے جا ملے۔

مرحوم کو حق تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی علمی اور عملی کمالات میں جو تفوق ہم سب پر عطا فرمایا تھا اس کے ساتھ وہ عمر میں بھی ہم سے آگے تھے وہ جب مظاہر العلوم سہارنپور میں علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد قرآن وحدیث کی تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث میں تعلیم پاتے تھے تو میں ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا

مرحوم کا تذکرہ لکھنے کی تو مجھ میں صلاحیت نہیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی جو ان کے ہمقرن بھی ہیں اور تھانہ بھون کے تمام کاموں کے ساتھی بھی وہی کچھ تحریر فرما سکتے ہیں، احقر نے ان سے درخواست بھی کی ہے۔ احقر کو بھی مرحوم کی صحبت و معیت اور تعلق میں چالیس سال گزرے ہیں سفر و حضر میں معیت رہی ہے ان کی ادائیں یاد تو ہمیشہ آتی رہیں گی مگر ضبط تحریر میں لانا آسان نہیں اس وقت ان کی خصوصیات میں سے دو چیزیں سامنے آگئیں ان کا ذکر کرتا ہوں۔ اول تو یہ کہ ہر علم و فن میں اعلیٰ استعداد کے مالک ہونے کے باوجود کبھی اپنے آپ کو عالمانہ شان کے ساتھ نہیں رکھا۔ اور صرف زبان سے نہیں یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ دل سے اپنے آپ کو عالم نہیں سمجھتے، ہم جیسے طالب علموں سے جو ان کے شاگرد کا درجہ رکھتے ہیں ان سے مسائل شرعیہ میں رجوع فرماتے اپنی رائے پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔ یہ غایت تقویٰ اور تواضع کا اثر تھا جو ان کو حضرتؒ سے وراثۃً حاصل ہوا تھا۔

دوسرے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ کی تصانیف اور مواعظ و ملفوظات اور اعلاء السنن جس میں اٹھارہ جلدوں کی ضخیم کتاب اور احکام القرآن وغیرہ سب سے پہلی طباعت کا مکمل انتظام مولانا موصوف ہی کا کام تھا حضرت کے قلمی مسودات جن میں بکثرت عبارتیں قلم زد ہوکر حواشی پر پیچ در پیچ صورت میں لکھی ہوتی تھی ان کو صحیح پڑھنا بھی ہر ایک کا کام نہ تھا، پھر کاتب سے اس کی کتابت کرانا اور تصحیح کا انتہائی اہتمام کرکے چھپوانا صرف انہی کی خصوصیت تھی۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت اقدس سرہٗ کی تصانیف و مواعظ سے جو عظیم فائدہ امت کو پہنچایا ہے اس میں مولانا شبیر علی صاحب کا خاص حصہ ہے۔

اعلاء السنن حضرت قدس سرہٗ کی حیات میں مکمل نہ ہوسکی تھی کہ بھائی جان مرحوم کو اس کی لگن لگی ہوئی تھی۔ حضرت حکیم الامتہ قدس سرہٗ نے اپنی حیات میں تو اس کی طباعت کے مصارف اپنے پاس سے خود اٹھاتے تھے۔ جو پچاس ہزار روپے سے کم نہ ہوں گے اب اس کی طباعت کے وسائل سے بھی منقطع تھے مولانا مرحوم ہی نے اپنی مساعی جمیلہ سے وفات سے دو سال پہلے اس کی طباعت کو مکمل کراکر مختلف علماء و مدارس اسلامیہ تک پہنچا دیا اور فن حدیث کا یہ نادر ذخیرہ محفوظ ہوگیا۔

دوسری اہم کتاب احکام القرآن تھی جس کو حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے اپنی آخر حیات بلکہ مرض الموت میں شروع کرایا تھا۔ اور تعجیل کے لئے قرآن کریم کی سات منزلوں کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ابتدائی دو جلدیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کو ان کے بعد کی دو منزلیں پنجم و ششم احقر محمد شفیع کو اور آخری منزل ہفتم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کو سپرد فرمائی تھی حضرت کی وفات کے وقت ایک بڑا حصہ اس تصنیف کا مکمل ہو چکا تھا اور بجز مولانا محمد ادریس صاحب کے حصہ کے باقی سب حصص میں کچھ کام بھی باقی تھا۔

بھائی جان مرحوم نے اعلاء السنن کی طباعت سے فراغت پانے کے بعد اس طرف توجہ فرمائی حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کی تالیف کردہ ابتدائی منزل کو دو جلدوں میں طبع کرادیا اور آخری منزل مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کی تالیف کو بھی مکمل طبع کرادیا۔ میرے حصہ کی منزل پنجم کی ایک جلد مکمل کرکے پریس میں دے چکے تھے منزل ششم کی کتابت جاری تھی وفات سے چند روز پہلے ٹیلیفون پر مجھے بتلایا تھا کہ منزل ششم کے آخری اجزاء جو تمہارے پاس ہیں ان کو جلد مکمل کرکے پہنچا دو اب اسی جلد کی کتابت ہو رہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مکمل کر چکا ہوں عنقریب پہنچا دوں گا انا للہ وانا الیہ راجعون یہی میری ان سے آخری گفتگو تھی۔ اور ؎ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

اب موجودہ جلد ان کی طباعت کا کیا انجام ہوگا اور جن جلدوں کی تکمیل باقی ہے ان کی تکمیل ہوسکے گی یا نہیں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا، دل غمزدہ سے یہ چند سطور بھی بمشکل تحریر میں آسکی ہیں۔ حق تعالیٰ مرحوم کی مغفرت ظاہرہ و باطنہ سے نوازیں۔ اور پسماندگاں کو صبر عطا فرماوے۔ اللهم اخره في جنانك و روحك و ريحانك ولا تحرمنا خيرا بعده۔

دوسرا سانحہ

مشرقی پاکستان میں پہنچا کہ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کے خلیفہ مجاز اور حضرت شیخ الہندؒ کے بلا واسطہ شاگرد عالم باعمل مدرسہ اسلامیہ جبری ضلع چاٹگام کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالودود صاحب ۷ر شعبان ۱۳۸۸ھ کو تقریبًا اسّی سال کی عمر میں وفات پاگئے، ماشاء اللہ ان کے صاحبزادے بھی اہل علم ہیں دوسرے مدارس میں مشغول درس ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو اپنے والد کا صحیح جانشین بنائیں۔ اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں اور مرحوم کو مغفرت کاملہ سے نوازیں اور درجات عالیہ عطا فرماویں۔

صدمہ

حافظ اقبال احمد صدیقی (کرشن نگر) کا صاحبزادہ نوید احمد عمر ۵ سال ۱۳ر رمضان المبارک کو اللہ کو پیارا ہوگیا۔ احباب ان کے لئے صبر جمیل و نعم البدل کی دعا فرماویں۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۴ ستمبر ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

(۲)

اسلام جب دنیا میں آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقام عطا ہوا اس کو بیان فرمایا۔ دیکھئے پہلے ہی پارے میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط (بقرہ ۳۰) اور دوسرے مقام پر فرمایا هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (الانعام ۱۶۵) اللہ تعالےٰ نے انسانوں کو اس زمین میں اپنا خلیفہ بنایا۔ انسان اللہ تعالےٰ کا خلیفہ ہے اس کرۂ ارضی پر۔ تو خلیفہ جب بنایا اللہ نے انسان کو، تو خلیفے کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت کو، اللہ تعالےٰ کی مرضی کو دنیا میں نافذ کرے اور اس کی مرضی کے مطابق دنیا کو آباد کرے۔ اگر ایک انسان دنیاوی مسائل سے، دنیاوی تعلقات سے کٹ کر کسی غار میں جا بیٹھتا ہے، ہو سکتا ہے اس کی اپنی نجات ہو جائے وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ سکتا ہے لیکن جو خلافت کا مفہوم تھا اُس نے وہ ادا نہیں کیا۔ خلافت کا مفہوم تو یہ ہے وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا۔ (ھود ۶۱) اللہ نے تم کو دنیا میں آباد کیا، اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کو اس کرۂ ارضی پر بھیجا، کس لئے خلافت عطا کی؟ تاکہ کرۂ ارضی آباد ہو، اس کرۂ ارضی میں اللہ تعالےٰ کی مشیّت نافذ ہو، جاری و ساری ہو، تو اب اگر ایک انسان مسائلِ حیات سے فرار اختیار کرے یعنی کہ نظریہ یہ ہو کہ ہمیں مسائلِ حیات کے ساتھ کیا تعلق ہے تو بتائیے، میرے بھائیو! دنیا آباد رہے گی یا غیر آباد رہے گی؟ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل ہوگا، یا اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کو (نعوذ باللہ) بیکار سمجھا جائیگا۔ اس لئے امام الانبیاء فرماتے ہیں (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ ط اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اور قرآن مجید نے سب سے اونچے انسانی مقامات کے مالک انبیاء علیہم السلام کا جو تصوّر پیش فرمایا یعنی انسانیت کا سب سے بلند مرتبہ، روحانی اعتبار سے، اللہ کے قرب کے اعتبار سے جو ہے وہ نبوّت اور رسالت ہے۔ نبوّت اور رسالت سے بڑھ کر کسی کا مقام نہیں ہو سکتا ـــــ کسی بھی انسان کا، بلکہ فرشتے بھی دربارِ نبوّت کے خادم ہوتے ہیں ـــــ تو جو تصوّر قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کی رسالت اور نبوّت کا بیان فرمایا وہ یوں ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ط (الرعد ۳۸) دوسرے مقام پر فرمایا۔ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط (الفرقان ۲۰) ہم نے جن جن لوگوں کو، جن خوش بختوں کو نبوّت اور رسالت عطا کی ہے ان کی بیویاں بھی تھیں، ان کے بچے بھی تھے، وہ بازاروں میں بھی چلا پھرا کرتے تھے، وہ کھانا بھی کھاتے تھے۔ کیا مطلب؟ کہ ان کا تعلق دنیاوی زندگی کے ساتھ تھا، وہ دنیا میں رب العالمین کی مرضی کو نافذ کرنے والے تھے، وہ انسانیت میں ملے جُلے رہتے تھے، ان کے سامنے یہ نظام تھا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مرضی پر انسان چلنے لگیں۔ اگر رہبانیت ہوتی، ترکِ دنیا کرتے تو تبلیغ کون کرتا؟ مبلّغ کون بنتا؟ دیکھئے نا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، کوہِ طور پر اللہ تعالےٰ ان کو بلاتے ہیں، آپ حاضر ہوتے ہیں۔ رب العالمین نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ! تو میرا رسول ہے تو میرا نبی ہے۔ کتنا اونچا مقام ہے؟ کتنا متبرک مقام ہے؟ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ (طٰہٰ ۱۲) تو اس وادی میں ہے جو بڑی پاکیزہ وادی ہے، وادی الایمن۔ لیکن کیا حکم دیا؟ یہ نہیں فرمایا کہ آپ یہاں وادیِ ایمن میں ایک جھونپڑی بنا لو اور یہاں پر بس تم بیٹھ جاؤ، ترکِ دنیا کر لو کیونکہ تم کو تجلّی یہاں سے ملی ہے۔ نہیں فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے ـــــ فرمایا تجھے میں نے نبوت اور رسالت سے نوازا ہے لیکن تیرا منصب نبوّت اور کارِ رسالت کیا ہے؟ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝ (النّٰزعات ۱۷-۱۸) جا فرعون کو راہِ راست پر لا، جا فرعون باغی اور سرکش ہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا نعرہ لگا رہا ہے اس کو دعوتِ الی اللہ دے اور بنی اسرائیل کو اس کے پنجے سے نجات دے، وہاں پر اللہ تعالےٰ کے نام کو بلند کر۔

تو رہبانیت سے دور کیا۔ فرمایا۔ کہ موسیٰؑ! یہاں نہ بیٹھنا، وہاں جا کر مصر میں جس نے میرے خلاف دعویٰ کیا خدائیت کا اس کو جا کر دعوت الی اللہ دو، اس کے مکر و فریب کو چاک چاک کرو۔ اس لئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترہب کی زندگی سے منع فرمایا۔

یہ میں باتیں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج اس دَور میں بعض مسلمان بھائیوں کی نظروں میں ولایت اور قربِ الٰہی کس میں ہے؟ کہ ایک آدمی کھاتا تھوڑا ہے، پیتا نہیں ہے (پتہ نہیں اندر تو کھاتا ہی ہوگا، پیتا ہی ہوگا، لیکن سامنے تھوڑا کھاتا ہے تھوڑا پیتا ہے)، کپڑے نہیں پہنتا، پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا ہے، کسی پودے کے نیچے بیٹھا ہوا ہے، رات کو بھی باہر رہتا ہے لہٰذا یہ ولی ہے، یہ اللہ کے قریب ہے، یہ اللہ کا مقرّب ہے۔ ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے، میں ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ اس میں جو ولایت کی کون سی بات ہے؟ کپڑے نہ پہننا ولایت ہے؟ روٹی نہ کھانا ولایت ہے؟ پانی نہ پینا ولایت ہے؟ بیوی بچوں کو قریب نہ چھوڑنا یہ ولایت ہے؟ تجرّد کی زندگی یہ ولایت ہے؟ اگر یہ ولایت ہے تو پھر نعوذ باللہ یہ ولی پھر ان ولیوں سے بلند ہیں جن کو نبوّت کا نام دیا گیا (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے دوستو! اور بزرگو! ولی وہ ہے جو متبع ہو رب العالمین کے احکام کا جو پیروی کرتا ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ : ادارِیہ

علماء اسلام مغربی پاکستان شیرانوالہ گیٹ ہوا۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ملک کے موجودہ حالات اور علماء حق کی ذمہ داریوں پر تبصرہ کیا اور اس امر کا اعلان کیا کہ مرکزی رہنماؤں کی اپیل پر جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے ملک گیر مظاہروں کا پروگرام جمعۃ الوداع کے دن ترتیب دیا گیا ہے۔ اس دن اسلامیانِ پاکستان اپنی اسلام سے وابستگی و شیفتگی کا مظاہرہ عظیم جلوس نکال کر کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس دن جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت میں ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے ایک ملک گیر تحریک شروع کی جا رہی ہے۔ یوں تو ملک میں علماءِ حق کی جد و جہد اکیس سال سے جاری ہے لیکن اس دن اس جد و جہد کو تیز تر کرنے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے ملک میں مظاہروں کا پروگرام بنایا گیا ہے اور اسلامیانِ پاکستان اپنے اس ادعا کا اظہار کریں گے کہ وہ اس ملک میں صرف اسلامی قانون چاہتے ہیں۔ لاہور میں جلوس کے پروگرام کے بارے میں انہوں نے کہا کہ بعد از نماز جمعہ ۲۰ر دسمبر اسلامیانِ لاہور کا جلوس باغ بیرون شیرانوالہ و کشمیری گیٹ سے روانہ ہوگا، اور مستی گیٹ سے اندرون شہر داخل ہوگا۔ چوک رنگ محل شاہ عالمی، سرکلر روڈ، چوک انار کلی، بازار انار کلی سے ہوتا ہوا جامع مسجد نیلا گنبد پہنچے گا۔ یہاں شرکاء جلوس نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد منتشر ہو جائیں گے۔ مولانا عبید اللہ انور نے اسلامیان لاہور سے بھرپور شرکت کی اپیل کی۔

آل پاکستان تحفظ ختم نبوت

۱۷ویں سالانہ کانفرنس چنیوٹ

۷-۸-۹ شوال ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۷، ۲۸، ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۸ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار نہایت شان و شوکت سے منعقد ہو رہی ہے۔ ملک بھر کے جید علماء شرکت فرما رہے ہیں۔ جوق در جوق تشریف لا کر ختم نبوت کے ساتھ اپنے والہانہ عشق کا ثبوت دیجئے۔ کانفرنس کے اجلاس لیل و نہار ہوں گے۔ خواتین کے لئے پردہ کا انتظام ہوگا۔ مہمان موسم کے مطابق بستر ہمراہ لاویں

(منجانب مجلس تحفظ ختم نبوت چنیوٹ)

اپیل

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم (رجسٹرڈ) سارو کی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

بیادگار قطب زمان مفسر قرآن حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور امیر انجمن خدام الدین لاہور

یہ مدرسہ ایک ایسے علاقہ میں کام کر رہا ہے جہاں ذہنی افلاس اور روحانی پس ماندگی درجۂ انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ نیز کتاب و سنت کی تعلیم کا یہاں کوئی انتظام نہیں لہٰذا توکلاً علی اللہ یہ کام بے سروسامانی کے عالم میں شروع کر دیا گیا ہے لیکن بستی کے لوگ مدرسہ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتے۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ مدرسہ ہذا کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ دستخط (حضرت مولانا) عبید اللہ انور (مدظلہ)

خط و کتابت کا پتہ :-

حافظ محمد شفیع جالندھری ناظم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم (رجسٹرڈ) سارو کی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ شمالی بھکر

زیر سرپرستی حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب

درخواستی مدظلہ پسماندہ علاقہ میں دین کی تعلیمی و تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ جس میں چار مدرسین مصروف تعلیم رہتے ہیں اور مقامی طلباء کے علاوہ چالیس مسافر زیر تعلیم ہیں جن کے تمام اخراجات کا مدرسہ ہذا کفیل ہے لہٰذا صدقات واجبہ و نافلہ سے مدرسہ ہذا کی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (محمد مختیار ناظم اعلیٰ)

بچوں کا صفحہ

جیسے غذائے جسمانی جسمِ انسانی کا حق ہے
ویسے ہی
عبادتِ الٰہی روحِ انسانی کا حق ہے

انسان دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جسم جو اربعہ عناصر سے مرکب ہے۔ اور روح جو امر الٰہی ہے۔ یا بقول صوفیہ صافیہ اور حکماء کے باطن کے انسان ایک حقیقت جامع ہے۔ جو عالم خلق اور عالم امر کی ترکیب سے تیار کیا گیا ہے۔ عالم خلق اربعہ عناصر ہیں۔ جو کہ کثیف ہے۔ اس لئے ان کی غذا بھی عالم خلق میں ہے۔ اور کثیف ہے روح انسانی چونکہ لطیف ہے۔ اور عالم امر سے ہے اس لئے اس کی غذا بھی لطیف ہے۔ اور عالم امر میں رکھی گئی ہے۔

پس جیسے کہ جسم انسانی کی نگرانی بذریعہ غذا فرض ہے۔ اور یہ فریضہ خود جسم انسانی کا اپنا تقاضا ہے۔ جو انسان پر فرض ہے اگر خارجی طور پر مطالبہ کرنے والا کوئی بھی نہ ہو۔ جب بھی انسان جسمانی نگرانی میں کسی بیرونی مطالبے کا انتظار نہیں کرتا بلکہ شب و روز اس فریضے کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ اگر جسم انسانی کو اس کی غذا سے کلی طور پر ایک عرصہ کے لئے محروم کر دیا جائے تو انسان طبعی موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور موت سے چونکہ انسان عموماً متنفر ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم۔

اس لئے خور و نوش کے ذریعے غذائیت پہنچا کر جسمانیت کو محفوظ رکھتا ہے۔ نیز جسم انسانی کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ جب ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی غذا اس تک پہنچائی جائے۔ ورنہ تمام تر جسمانی طاقتیں معطل اور بیکار ہو جاتی ہیں اسی طرح روح انسانی کی غذا عبادت الٰہی ہے جس کا حاصل ذکر اللہ ہے۔ اور الوہیت کی طرف توجہ۔ ا روح انسانی عبادت سے یکسر محروم کر دینے کی صورت میں بیکار ہو جائے گی اور جسم انسانی کی طرح اپنی رفتار اور سیر سے یکسر معطل ہو جائے گی۔ اسی طرح تمام تر طاقتیں دیکھنا سننا، اور سوچنا سب ختم ہو جائیں گی۔ جیسے باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ لہم قلوب لا یفقھون بھا ولہم اعین لا یبصرون بھا ولہم آذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام کا مصداق بن کر رہ جائے گی عالم امر کے حقائق کو سمجھنے سے بہری اور دیکھنے سے اندھی اور سوچنے سے ماؤف ہو جاتی ہے۔ صم بکم عمی فہم لا یعقلون

.... کا منطوق یہی مضمون ہے۔ عالم برزخ میں پہنچ کر منکرین الٰہی کے جواب میں ہاہ ہاہ لا ادری (میں کچھ نہیں جانتی) کہنا بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ کل قیامت میں بعد از حشر قول باری تعالیٰ قال رب لم حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیرا قال کذالک اتتک ایاتنا فنسیتھا وکذالک الیوم تنسیٰ حقیقت کو مفصل اور جامع الفاظ میں پیش کر رہا ہے۔ غرضیکہ روح انسانی کا جسم انسانی کی طرح ذاتی تقاضا ہے کہ عبادت الٰہی کی غذا اس کو دی جائے۔ بصورت محرومی عالم امر کی سیر سے رک کر عالم خلق ہی میں بند ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور سوائے کھانے پینے اور شاندار عمارتیں اور بنگلے بنانے کی فکر کے جو فانی فکریں ہیں۔ باقیات صالحات کی فکر سے یکسر فارغ ہو جاتی ہے۔ اور یہی روح انسانی کی موت ہے البتہ جسمانی اور روحانی موت میں اتنا فرق ہے۔ کہ جسمانی موت کی حقیقت انسان پر اسی عالم میں منکشف ہو جاتی ہے۔ حیوانات اور بنی نوع کی موت ہر وقت مشاہدہ میں رہتی ہے۔ اس لئے جسمانی موت کو مکروہ سمجھ کر اس سے فرار کی راہیں اختیار کی جاتی ہیں اور روحانی موت کا انکشاف اس عالم میں ہر شخص پر نہیں ہوتا بلکہ طبعی موت سے جب اس عالم فانی کی منزلیں طے ہوں گی۔ اور عالم باقی کی منزلوں کے طے کرنے کا موقع آئے گا۔ تو روح انسانی چلنے سے اپاہج دیکھنے سے اندھی اور سننے سے ماؤف ہوگی۔ منزل آخرت کی چوکی پر سوال ہوگا۔ من ربک ما دینک من نبیک تو روح جھنجلا کر جواب دے گی ہاہ ہاہ لا ادری اس لئے عبادت الٰہی انسان پر اس کی روح کا حق ہے جیسا کہ غذائے جسمانی خود جسم کا حق ہے۔ اسی حقیقت کو خدائے قدوس نے آیت کریمہ میں بایں الفاظ پیش فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی تخلیق انسانی کا منشا عبادت ہے۔ اگر انسان عبادت کر رہا ہے۔ تو کام کا ہے۔ ورنہ بیکار چیزوں کو نکما سمجھ کر دور پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل انسان کو بھی صدقاً اور مقام قرب سے دور کر دیا جائے گا۔

اور عبادت گذار انسان کو مقصدین صدقاً جگہ دی جائے گی۔

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

اللہ تعالیٰ اس ناچیز اور تمام مسلمان بھائیوں کو اپنی عبادت کی فکر دے اور تا مرگ اپنی عبادت میں ہماری زندگیوں کو ختم کرے اور شیطان کی بندگی سے بچائے۔ آمین یارب العلمین

پسندیدہ نصائح

سراج الدین بی۔ اے بیکھر

بہترین نیکی اور شرافت ہے

- قابو پاکر معاف کر دینا۔
- اہل و عیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔
- مخفی فرض اور حق کو ادا کرنا۔
- حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا مٹانے کے لئے خاموش رہنا۔
- کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔
- جہاں کوئی نہ کہہ سکے اور ضرورت ہو وہاں حق کی بات کہہ دینا۔
- برائی پانے کے باوجود رشتہ داروں کے ساتھ احسان و سلوک کرتے رہنا۔

دوستی کے قابل ہے

- دوسروں کا عیب چھپانے والا۔
- معذرت کو قبول کرنے والا۔
- احسان کر کے بھول جانے والا۔
- عقلمند جو حکمت اور عقل کی باتیں سکھاتا ہو۔
- وہ شخص جس کے دل میں دنیا کی بے رغبتی ہو۔
- جو بے غرض ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے دوستی رکھتا ہے
- جو کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور ماں باپ کا فرماں بردار ہو۔

دوستی مت کر

- غرض مند اور لالچی سے۔
- بدکار اور مکار سے۔
- جس شخص سے ماں باپ منع کریں۔
- چھچھورے اور شیخی خورے سے
- دوست کے دشمن سے اور دشمن کے دوست سے
- بے جانے بوجھے اور بخیل سے
- بے وقوف سے اور جھوٹی گواہی دینے والے سے

ٹیلیفون ۶۷۵۲۵

۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۶۸ء

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۲۷۶/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GMR/۴۴-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز پرنٹنگ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا